امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۵ر رجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۷ر فروری ۲۰۲۲ء روز سوموار | شمارہ نمبر 06

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ تعصب اور تنگ نظری کے خول سے باہر نکلئے
■ اساتذہ کی اہمیت اور جواب دہی
■ دست قدرت کے حیرت ناک کرشمے
■ شیر دل خاتون۔ بی اماں
■ سادگی اور سادہ طرز زندگی، اردو کے مسائل
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

بین السطور

امارت شرعیہ کی عصری تعلیمی پالیسی

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امارت شرعیہ نے بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کے فروغ پر بھی زور دیا، اس نے ایسے اداروں کی حوصلہ افزائی کی جنہوں نے عصری تعلیم کو بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ اسلامی ماحول میں دینے کا کام کیا، جو ادارے مسلمانوں کے ذریعہ چلائے جا رہے ہیں ان میں امارت شرعیہ نے بنیادی دینی تعلیم اور اسلامی ماحول کو ادارہ کی ترجیحات کے طور پر پیش کیا، تاکہ ڈاکٹر، انجینئر بننے والے طلبہ وطالبات اسلام پر باقی رہیں، اور دوسرے اداروں کا غیر اسلامی ماحول ان پر اثر انداز نہ ہو سکے، جو اسکول سرکاری ہیں ان کے نصاب ونظام کے سلسلے میں امارت شرعیہ کی پالیسی رہی کہ وہاں کے نصاب میں دیومالائی قصے اور اسکول کے ماحول میں کسی خاص تہذیب وثقافت کے فروغ کے لیے راہ ہموار نہ کی جائے، جب حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہے تو تعلیمی اداروں میں بھی اس کی جھلک دکھنی چاہیے، اسی لیے جب ۱۹۳۸ء میں اس وقت کے وزیر تعلیم بہار ڈاکٹر سید محمود نے دیہات کی اصلاح کے لیے ایک اسکیم بنائی اور اس کے ترجمہ کمپ میں گاندھی جی کی سوانح عمری اور تعلیمات کو بھی موضوع تدریس بنایا تو بانی امارت شرعیہ مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ نے وزیر تعلیم کے نام لکھے ایک خط میں واضح کر دیا کہ

”یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے، اہنسا دھرم، گاندھی جی کی تعلیمات اور ان کی سوانح عمری جو زیادہ تر ان کے مخصوص مذہبی معتقدات وتخیلات اور تلاش حق کی سرگرداں کا آئینہ دار ہیں، ہندوؤں کے لیے دلآویز اور بصیرت افروز ہو سکتے ہیں، لیکن یہ تمام چیزیں مسلمانوں کے مذہبی، اخلاقی اور تمدنی بنیادوں کو کھوکھلی کرنے والی ہیں، اس لیے مسلمان اس قسم کی تعلیم وتربیت ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتے“۔ (مکاتیب سجاد: ۸۳)

مولانا نے آگے لکھا: ”میں پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ للہ مسلمانوں کی دماغی تربیت کے لیے سید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور خلفاء راشدین کی سوانح عمریاں رہنے دیجئے اور ”اہنسا دھرم“ اور گاندھی جی کی ”تلاش حق“ کی سرگردانی مسلمان طلبہ پر مسلط کر کے غیر اسلامی تعلیم وتربیت نہ پھیلایئے (ایضاً)

بانی امارت شرعیہ کے یہ خیالات ہی عصری وسرکاری اداروں کے سلسلے میں امارت شرعیہ کا لائحہ عمل اور نصب العین ہیں، امارت شرعیہ نے اس سے کبھی سر مو انحراف نہیں کیا، اور نصاب ونظام تعلیم میں جب بھی اس قسم کی بات آئی اس سے اختلاف کیا اور ضرورت پڑی تو سرکار کو مجبور وملزم ہوتے کرانے بدلوانے کا کام کیا، ابھی جب نئی تعلیمی پالیسی آئی تو امارت شرعیہ نے ماہرین تعلیم کے ساتھ کئی میٹنگیں کر کے ترمیمات پیش کیں اور آج بھی امارت شرعیہ کی کوشش ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی میں جو ایک خاص مذہب کو فوقیت دینے اور ان کی کتابوں کو نصاب کا جز بنایا جا رہا ہے، اسے حکومت واپس لے؛ تاکہ ملک میں سیکولر اقدار کے ساتھ تعلیمی ادارے جاری رکھے جا سکیں۔ جو ادارے مسلمانوں کے ہیں ان کے بارے میں قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کا نظریہ یہ تھا کہ ”ابتدائی تعلیم کی عصری درسگاہیں اپنے نصاب اور نظام تعلیم کے اعتبار سے ایسی ہوں کہ بچہ وہاں سے پڑھ کر جو بھی نکلے وہ راسخ العقیدہ مسلمان ضرور ہو“ (تعلیم ترقی کی شاہ کلید: ۳۷)

اسی نظریہ کے تحت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی اور مولانا سید نظام الدین رحمہما اللہ کی تحریک پر حضرت امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی کے حکم سے قاضی نور الحسن میموریل اسکول کا قیام پھلواری شریف میں عمل میں آیا اور ابتدا میں جب اس کا رخ اور منہج متعین کرنا تھا، خود قاضی صاحب اس کے سکریٹری رہے۔ حضرت امیر شریعت رابع کے ہی عہد میں ایم ایم یو ہائی اسکول کا قیام عمل میں آیا، جو آسنسول کے معیاری تعلیمی اداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

امیر شریعت سابع حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کے عہد میں عصری تعلیمی اداروں کے قیام کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی گئی، گریڈیہ اور رانچی میں امارت پبلک اسکول کے نام سے ادارہ قائم ہوا اور جلد ہی اس نے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی، اریا میں امارت انٹرنیشنل اسکول کی بنیاد حضرت نے ڈالی، جس کی عمارت کی تعمیر اور اس پر کام ہونا ابھی باقی ہے، موجودہ امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم اس سلسلہ کو اور آگے لے جانا چاہتے ہیں اس کی روشنی میں امارت شوریٰ کی مجلس شوریٰ نے رواں سال میں کم از کم دس اسکول کے قیام کا فیصلہ کیا ہے اور کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج وغیرہ میں اس حوالے سے کام کو آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ ابھی ابتدائی تیاری چل رہی ہے اور انفراسٹرکچر کی فراہمی پر پوری توجہ مرکوز ہے۔

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی جو تعلیمی پالیسی تھی اس میں وہ صرف سیدھے طور پر ایم اے، بی اے وغیرہ کرنے کو بہت اہمیت نہیں دیتے تھے، وہ میڈیکل کالج کے قیام سے زیادہ ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ کے قیام کو اہمیت دیتے تھے، چنانچہ حضرت امیر شریعت رابع کے دور میں ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ کا خاکہ بنا، نقشے وغیرہ پاس ہوئے، کہنا چاہیے کہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے حضرت امیر شریعت رابع کے حکم پر اس کام کے لیے طویل اور کامیاب منصوبہ بندی کی جس کی وجہ سے آج ہزاروں طلبہ ان اداروں سے کسب فیض کر کے رزق حلال حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد پانچویں امیر شریعت حضرت مولانا عبد الرحمن صاحبؒ کے عہد میں حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نائب امیر شریعت اور ناظم امارت شرعیہ کے مشورہ اور تعاون سے امارت شرعیہ میں پیشہ وارانہ تعلیم کا آغاز ہوا، اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی خود ہی زمانہ تک اس کے جنرل سکریٹری رہے، امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ کا قیام عمل میں آیا اور آج الحمد للہ اس میدان میں امارت شرعیہ کی خدمات امتیازی، عظیم اور وقیع ہیں، ان دنوں پانچ ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ، ایک پارا میڈیکل اور ایک لڑکیوں کے لیے بی اے اور بی ایڈ کالج چلایا جا رہا ہے، جس سے بڑے پیمانے پر طلبہ وطالبات مستفیض ہو رہے ہیں۔

حضرت امیر شریعت سابع کے دور میں اریہ میں میڈیکل کالج کے قیام کی تجویز بھی آئی تھی، لیکن اس کے لیے زمین کی فراہمی نہیں ہونے کی وجہ سے کام آگے نہیں بڑھ سکا، حضرت کے عہد میں عصری تعلیمی اداروں کے قیام کے لیے بہار وجھارکھنڈ کے دورے بھی کیے گئے۔

موجودہ امیر شریعت نے مسلمان بچے اور بچیوں کے نویں دسویں کلاس کے لیے کوچنگ کا بھی آغاز کیا ہے، اور الحمد للہ بڑی تعداد میں طلبہ وطالبات اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں، دوسری جگہوں پر بھی اس سلسلہ کو دراز کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔

امارت شرعیہ، تحفیظ شریعت کا ادارہ ہے، اس لیے یہاں لڑکے لڑکیوں کے لیے مخلوط تعلیم کے بجائے پڑھنے پڑھانے کا الگ الگ انتظام ہے، یہ امارت شرعیہ کی تعلیمی پالیسی کا اہم حصہ ہے، اس لیے جہاں کہیں بھی امارت شرعیہ کے تعلیمی ادارے قائم ہیں ان میں تیسرے کلاس کے بعد سے لڑکے لڑکیوں کی تعلیم کا الگ انتظام موجود ہے، کہیں شفٹ الگ ہے اور کہیں الگ راستے کے ساتھ الگ کلاس روم کا انتظام ہے، موجودہ بے راہ روی کے دور میں اس انتظام کی اہمیت وافادیت کافی بڑھ گئی ہے، اور لوگوں میں بھی اس طریقہ کار کی کافی پذیرائی ہو رہی ہے۔

امارت شرعیہ کی تعلیمی پالیسی کا بڑا اہم جز معیاری تعلیم ہے، اس معاملہ میں امارت نے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، جس کی وجہ سے امارت کے اداروں میں امتحان میں کامیابی کا تناسب بڑھ جانے کے ساتھ تعلیم کے معیار کی برقراری ہے، اسی لیے یہاں پڑھنے والے طلبہ وطالبات درجات میں حاضری کے پابند ہوتے ہیں، اور مطلوبہ حاضری ہونے پر ہی امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں کے فارغین اس مقابلہ جاتی دور میں مختلف محکموں میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ کوالیفائنگ ہے، کمپٹیشن کے اس دور میں ڈگری سے زیادہ اس کے پیچھے صلاحیت کا ہونا ضروری ہے، اس لیے امارت شرعیہ کے تمام تعلیمی ادارے کوالٹی کے معاملہ میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے۔

امارت شرعیہ کی تعلیمی پالیسی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ اس نے تعلیم کو تجارت نہیں بننے دیا، آج بڑے بڑے تعلیمی ادارے تجارتی نقطۂ نظر سے کام کر رہے ہیں، طلبہ وطالبات سے وصول جانے والی بڑی بڑی فیس نے غریبوں کے لیے ان اداروں تک رسائی کو ناکام بنا دیا ہے، امارت شرعیہ نے اپنی تعلیمی پالیسی میں اس بات کو ملحوظ رکھا کہ فیس اس قدر رکھی جائے کہ ادارہ کو نہ زیادہ نفع ہو اور نہ زیادہ نقصان، انگریزی میں اسے No profits no loss کہتے ہیں، الحمد للہ امارت شرعیہ کی اس پالیسی کی وجہ سے غریب طلبہ وطالبات بھی اعلیٰ تعلیم کے میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں، امارت شرعیہ کی سوچ یہ ہے کہ ہمیں تعلیم کو سستا اور عام انسانوں کی پہونچ کے لائق بنانا چاہیے۔

بلا تبصرہ

”ریلوے کے امتحان میں گڑبڑی کے بعد نوجوان احتجاج اور مظاہرے کر رہے ہیں، کیا صرف ایک امتحان میں ہوئی گڑبڑی کی وجہ سے نوجوان اس قدر ناراض ہیں، با خبر ذرائع کے مطابق نوجوانوں میں غصے کی بڑی وجہ بے روزگاری کی شرح کا ریکارڈ توڑ ہونا ہے۔ روزگاری اعداد وشمار جاری کرنے والے ادارہ سی ایم آئی ای کے تازہ اعداد وشمار کے مطابق دسمبر ۲۰۲۱ء کے دوران ملک میں بے روزگاروں کی کل تعداد کروڑ تھی جن میں ۳ کروڑ انیس سال سے اوپر کے ہیں“۔ (دینک بھاسکر ۳۰ر جنوری ۲۰۲۲ء)

اچھی باتیں

”امید کبھی مت چھوڑیں، کیونکہ آپ جیسا آپ کا اللہ نہیں ☆ ہمیں اپنی مرتبہ ... میں ... ☆ ... گذر رہی ہوتی ہے، لیکن گذرے ہوئے وقت میں ... کل کے بچوں کو گذرے ہوئے والدین ... لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ... کہ وہ بھی انسان ہیں“۔ (مطالعہ)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں --رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

پڑھئے اپنی کتاب زندگی کو

''اور ہم نے ہر انسان کے اچھے اور برے عمل کو اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے، ہم قیامت کے دن اس کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیں گے، جس کو وہ کھلا ہوا دیکھے گا، اس سے کہا جائے گا کہ اپنی کتاب زندگی کو پڑھو آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کے لئے کافی ہے'' (سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۱۴)

وضاحت: ہم اور آپ دنیاوی زندگی میں جو کچھ کرتے اور کہتے ہیں، سب کچھ لکھا جا رہا ہے، ہمیں اس کا شعور ہو یا نہ ہو ہماری یہ تصنیف تیار ہو رہی ہے، اس میں صرف وہی نوٹ ہو رہا ہے جو ہم اور آپ نوٹ کروا رہے ہیں، کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں جو اس میں ایک شوشہ بھی بڑھا دے یا گھٹا دے، قرآن مجید کی بلیغ تعبیر پر غور کیجئے کہ عمل کو اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے جیسے کوئی شخص ہار لیتا ہے تو وہ ہر وقت اس کے گلے میں لٹکتا رہتا ہے، اسی طرح انسان کے اعمال کا ریکارڈ ہر وقت لکھا جا رہا ہے، دن ہو، رات ہو، روشنی ہو یا تاریکی لوگوں کے درمیان ہو یا تنہائی میں، مرنے کے بعد یہ پورا ریکارڈ محفوظ کر دیا جائے گا۔ ذرا آنکھیں بند کیجئے اور سوچئے کل یہی کتاب ہمارے آپ کے ہاتھ میں ہوگی اور خالق کائنات کہے گا، پڑھ اپنی کتاب زندگی، پھر سوچئے ان خوش نصیبوں کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا جن کے دائیں ہاتھ میں کتاب دی جائے گی اور ان مجرموں پر کیا بیتے گی جن کی کتاب زندگی ان کے بائیں ہاتھ میں پکڑائی جائے گی، آیئے! کچھ دیر کے لئے تصور کی آنکھوں سے قرآن کے آئینہ میں اس جھنجھوڑنے والے منظر کو دیکھیں، وہ بھی کیسا دن ہوگا جب تم لوگ پیش کئے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز چھپا نہ رہ جائے گا، اس وقت جس کا نامہ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا لو دیکھو، پڑھو میرا نامہ اعمال پھر وہ عیش و راحت والی زندگی گذارے گا، جنت کے بالا خانوں میں ہوگا، جس کے ارد گرد دودھ اور شہد کی نہریں جاری ہوں گی، مختلف قسم کے پھل و فروٹ سے استقبال ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ مزے سے کھاؤ پیو، لیکن جس کے بائیں ہاتھ میں کتاب زندگی دی جائے گی، وہ بلبلا اٹھے گا، مارے شرم کے منہ چھپائے گا اور کہے گا کاش میری وہی موت جو دنیا میں آئی تھی، فیصلہ کن ہوتی، مگر افسوس کا سارا دفتر بند ہو چکا ہوگا پھر حکم ہوگا کہ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈھکیل دو، اس دن اس کو نہ دنیاوی مال و دولت کام آئے گا اور نہ جاہ و منصب اقتدار وحکومت۔ سنئے! کہ ایک صاحب دل بزرگ نے کیا لکھا کہ کبھی آپ نے غور کیا کہ آپ اپنی کتاب زندگی کس ہاتھ میں لینے کی تیاری کر رہے ہیں، دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں، دائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو خدا کی نظر میں دائیں ہاتھ کے لائق ہوگی اور بائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو خدا کی نظر میں بائیں ہاتھ کے لائق ہوگی، سنجیدگی سے سوچنے کی بات ہے کہ آپ شب و روز کی دوڑ دھوپ سے جو کتاب مرتب کر رہے ہیں وہ کس آرزو کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس آرزو میں آپ کس حد تک مخلص ہیں (ذکری: ۲/۷۱ء) یہ دنیا دراصل امتحان گاہ ہے، جس کی لپیٹ میں زندگی کا ہر پہلو آیا ہوا ہے، جس کا سلسلہ ہوش سنبھالنے کے وقت سے موت کی آخری ساعت تک جاری رہتا ہے، اب جس نے خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کو ٹھیک ٹھیک ادا کیا گویا اس نے کامیاب زندگی گذاری، اس کے برعکس جس نے سرکشی اور بے عملی کی راہ اختیار کی اس کا بڑا سخت حساب ہوگا۔

غرباء کے لئے خوشخبری

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ذی وقار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اسلام غربت میں شروع ہوا اور آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا، لہذا غرباء کے لئے خوشخبری ہے'' (مشکوۃ شریف)

مطلب: اللہ رب العزت نے جب اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رسالت و نبوت کا تاج رکھا تو اس وقت دنیا میں مختلف مذاہب و ادیان کے ماننے والے موجود تھے، خود سرزمین حجاز کفر و شرک کا محور و مرکز تھا، لوگ بت پرستی اور جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے، ایسے پرفتن ماحول میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و انصاف کی صدا لگائی اور وحدانیت کا پیغام سنایا تو مشرکین مکہ مخالفت پر اتر آئے اور ایذا ءرسانی کرنے لگے، تاہم چند قلوب صافیہ پر ایمان کے عکس نے ان کے فکر و نظر کو بدل دیا اور وہ آپ کے اطاعت شعاروں میں شامل ہو گئے، مگر ان کی تعداد معدے چند تھی، ایمان قبول کرنے کے بعد وہ انتہائی کس مپرسی کی زندگی گذارے پر مجبور تھے، وہ خود اپنے قبیلہ اور خاندان میں بیگانے ہو گئے تھے، گھر والوں کی نظروں میں بھی حقیر و کمتر تصور کئے جائے تھے، مگر چونکہ ان کا ایمان بہت پختہ تھا اس پر وہ ثبات قدمی کے ساتھ جمے رہے، اذیتیں برداشت کیں، وطن سے بے وطن تک ہوئے، پھر رفتہ رفتہ اسلام پورے جزیرۃ العرب میں پھیل گیا اور بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے، حضور صلی اللہ نے فرمایا کہ اس کے بعد پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ دین و اسلام اور اتباع سنت سے دور ہوتے جائیں گے، اب اگر کفر و شرک کے ماحول میں جو لوگ مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کریں گے، ان کے لئے خوشخبری ہے، اللہ کے یہاں ان کا قیام اتنا بلند و برتر ہوگا کہ اگر وہ کسی چیز کے بارے میں اللہ کی قسم کھالیں تو یقیناً اللہ پاک ان کی لاج رکھتے ہوئے اس قسم کا پورا کریں گے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جن غرباء پر رشک کیا گیا ہے ان کی صفت یہ بھی ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ اس وقت تک جمے رہیں گے جبکہ دوسرے لوگ اعراض کرنے لگیں گے، حضرت مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول گرامی غرباء کے لئے خوشخبری کا مطلب یہی ہے کہ غریب لوگ آخری دور میں بھی دین اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور اپنی اطاعت کا ثبوت دیں گے، کتاب اللہ اور سنت رسول کو اختیار کئے ہوں گے، لہذا ان غرباء کے لئے جن کے قلوب ایمان و اسلام کی روشنی سے پوری طرح منور ہوں گے خوش بختی و سعادت مندی ہے، اس لئے کہ آخر زمانہ میں بھی یہی بیچارے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے، اس کے دوست صرف اللہ، اس کے رسول اور مومنین ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے یہاں وہی لوگ عزت و احترام کے مستحق قرار دیئے جائیں گے جو مشکل حالات میں بھی اللہ کی وحدانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل یقین کے ساتھ دنیاوی زندگی گذارتے ہیں، جو لوگ یاد الٰہی سے غفلت برتتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے اعراض کرتے ہیں، وہ عند اللہ سخت سزاوار ہوں گے، اللہ ہر مومن کو اپنی مرضیات پر زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

عام راستہ پر رکاوٹ کھڑی کرنا

س: بہت سے لوگ اپنے گھر کی سیڑھی راستہ پر نکال دیتے ہیں، دکان دار حضرات اپنی دکان راستہ پر بڑھا کر لگاتے ہیں، ٹھیلا والے دکانوں کے سامنے ٹھیلا لگا کر بیچتے ہیں، گاڑی والے راستہ پر گاڑی کھڑی رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے راستہ تنگ ہو جاتا ہے جام لگ جاتا ہے اور جام میں پھنسنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی ٹرین چھوٹ جاتی ہے، ایمبولینس میں مریض دم توڑ دیتا ہے، آفس پہونچنے میں تاخیر ہوتی ہے، اسی طرح راستہ پر جانور باندھا جاتا ہے، پاخانہ کیا جاتا ہے، نالے اور سیفٹی ٹینک کا گندا پانی سڑکوں پر بہایا جاتا ہے، منع کرنے پر لوگ لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں، شرعی اعتبار سے ان اعمال کی کہاں تک گنجائش ہے جواب سے نوازیں۔

ج: عام راستہ عوامی ملکیت کی چیز ہے جس سے تمام لوگوں کو گذرنے کا حق ہے، راستہ کا حق یہ ہے کہ وہ مامون و محفوظ ہو اور گذرنے والے کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ پہونچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس عمل سے منع فرمایا جو لوگوں کی تکلیف کا باعث ہو: چنانچہ راستہ کے کنارے بیٹھ کر باتیں کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اگر بیٹھنا ہی ہو تو اس کا حق ادا کر دیا کرو، نگاہیں نیچی رکھو، کسی کو تکلیف مت پہونچاؤ، سلام کا جواب دو، اچھائی کا حکم کرو اور برائی سے روکو:

''عن ابی سعیدٍ الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ایاکم والجلوس علی الطرقات فقالوا مالنا بد، انما ھی مجالسنا نتحدث فیھا، قال فاذا ابیتم الا المجالس فاعطوا الطریق حقھا، قالوا وما حق الطریق؟ قال: غض البصر، وکف الاذیٰ، ورد السلام وأمر بالمعروف ونھی عن المنکر'' (صحیح البخاری، کتاب المظالم والغصب: ۱/۲۳۳)

(۱) راستہ میں پاخانہ کرنے اور گندگی ڈالنے سے منع فرمایا اور اس کو لعنت کا سبب بتایا، چنانچہ فرمایا تم دو سخت لعنت والے کاموں سے بچو، لوگوں نے عرض کیا وہ لعنت کے دو کام کون سے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک تو راستہ میں پاخانہ کرنا دوسرا سایہ دار جگہ جہاں لوگ بیٹھ کر آرام کرتے ہیں وہاں پاخانہ کرنا:

''عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ ا ن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اتقوا اللعانین، قالوا وما اللعانان یا رسول اللہ؟ قال: الذی یتخلیٰ فی طریق الناس أو فی ظلھم'' (صحیح مسلم: ۶۱۸، باب النھی عن التخلی فی الطرق والظلال)

(۲) راستہ میں تنگی پیدا کرنے اور راستہ مسدود کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں اور فلاں غزوہ کیا، لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور پڑاؤ ڈالنے میں بلا ضرورت زیادہ جگہیں گھیر کر بیٹھ گئے، جس کی وجہ سے پڑاؤ کی جگہ تنگ ہو گئی اور راستے بند ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کے ذریعہ اعلان کروایا کہ جس نے پڑاؤ کی جگہیں تنگ کر دیں اور راستے بند کر دیئے، اس کا جہاد قابل قبول نہیں:

''عن سھل بن معاذ بن انس عن ابیہ قال غزوت مع نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوة کذا وکذا فضیق الناس المنازل وقطعوا الطریق فبعث نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منادیا ینادی فی الناس ان من ضیق منزلا او قطع طریقا فلاجھاد لہ'' (ابو داؤد، کتاب الجھاد: ۲۶۲۹، باب مایومر من انضمام العسکر)

(۳) مکان کی تعمیر میں راستہ کی زمین کا کوئی بھی حصہ شامل کرنا خواہ کم ہو یا زیادہ غصب ہے اور غصب کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ناحق کسی کی زمین ہڑپ لی قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ زمین کے سات تہ تک دھنسا دیا جائے گا: ''من اخذ شیئا من الارض بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامة الی سبع ارضین'' (صحیح البخاری، باب اثم من ظلم شیئا من الارض: ۱/۳۳۱)

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ راستہ میں مکان کی سیڑھی نکالنا، کچڑا ڈالنا، نالہ وغیرہ کا گندا پانی بہانا، پاخانہ کرنا، جانور باندھنا صحیح نہیں ہے اسی طرح راستہ میں رکاوٹ کھڑی کرنا جس سے جام لگے اور راستہ بند ہو جائے خواہ راستہ میں دکان لگانے سے ہو یا گاڑی کھڑی کرنے سے شرعاً صحیح نہیں ہے، شریعت کی روح اور اس کی روشن تعلیمات کے خلاف ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں اور منع کرنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں وہ اپنی نادانی اور جہالت کا ثبوت دیتے ہیں، ایک مسلمان کا کام لوگوں کو راحت پہونچانا اور راستہ سے تکلیف وہ چیزوں کو دور کرنا ہے نہ کہ لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں جن میں سب سے ادنیٰ شعبہ ''اماطة الاذیٰ عن الطریق'' راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے (صحیح مسلم: ۱۵۳، کتاب الایمان) راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا صدقہ ہے، رب کی خوشنودی اور دخول جنت کا سبب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے جنت میں ایک شخص کو مزے اڑاتے دیکھا جس نے راستہ سے ایک ایسے درخت کو کاٹ کر ہٹا دیا جس سے گزرنے والوں کو دشواری اور تکلیف ہوتی تھی:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لقد رأیت رجلا یتقلب فی الجنة فی شجرة قطعھا من ظھر الطریق کانت توذی الناس'' (صحیح مسلم: ۶۶۷۱، باب فضل ازالة الاذی عن الطریق)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے محض اس بنیاد پر مغفرت فرما دی کہ اس نے راستہ سے کانٹوں بھری ٹہنی ہٹا دی کہ کسی کے پاؤں میں کانٹے چبھ نہ جائیں اور تکلیف نہ ہو: ''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: بینما رجل یمشی بطریق وجد غصن شوک علی الطریق فاخذہ فشکر اللہ لہ فغفر لہ'' (صحیح البخاری: ۲۴۷۲، باب فضل ازالة الاذیٰ عن الطریق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 06 مورخہ ۵رجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۷رفروری ۲۰۲۲ء روز سوموار

عام بجٹ: حاشیہ پر عوام

یکم فروری ۲۰۲۲ء کو ہندوستان کی وزیر خزانہ نرملا سیتارمن نے سال ۲۳-۲۰۲۲ء کا عام بجٹ پارلیامنٹ میں ڈیجیٹل پیش کیا، یہ ایک پیپرلیس بجٹ تھا، جسے انہوں نے اپنے نوے (۹۰) منٹ کی تقریر میں ممبران پالیامنٹ اور رواں نشریہ کے ذریعہ عوام کے سامنے رکھا، ایک دن قبل جو اقتصادی سروے انہوں نے پیش کیا تھا، اس سے لوگوں کی امید بڑھی تھی کہ شاید ٹیکس کی ادائیگی کے لیے مقررہ سیلیب میں تبدیلی لائی جائے گی، جس سے اوسط درجہ کے تاجر، کسان اور عوام کو راحت ملے گی، لیکن ایسا نہیں ہو سکا، حکومت نے نئے ٹیکس لگانے سے احتراز اور احتیاط کو ہی عوام کے لیے راحت کا سامان سمجھ لیا، چوں کہ اگلا بجٹ ۲۴-۲۰۲۳ء کا انتخابی بجٹ ہوگا اس لیے ہم کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے، مرکزی حکومت نے اس بجٹ کے ذریعہ ملک کے مالدار ترین گھرانوں کو خوش کیا ہے، جس کے نتیجے میں کارپوریٹ ٹیکس میں کمی کردی گئی ہے، بجٹ کی خاص باتوں پر توجہ دیں تو معلوم ہوگا کہ درآمد کی جانے والی اشیاء میں تیس (۳۰) فیصد ڈیوٹی بڑھا دی گئی ہے، دفاعی بجٹ میں دس (۱۰) فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے، اچھی بات یہ ہے کہ وزارت اقلیتی امور کے لیے بجٹ میں چھ سو چوہتر کروڑ کی رقم بڑھا دی گئی ہے، پاسپورٹ میں ای چیپ لگایا جائے گا، حیرت ناک بات یہ ہے کہ مرکزی حکومت نے کرپٹو کرنسی کی مالیت کو نہ صرف تسلیم کرلیا ہے، بلکہ اسے کاروبار میں رواج دینے کے لیے رزرو بینک کو ذمہ داری دی ہے، البتہ کرپٹو کرنسی پر تیس (۳۰) فی صد ٹیکس بھی دینا ہوگا، توقع کی جاتی ہے کہ اس بجٹ کے اثرات کپڑے، چمڑے کے سامان، موبائل، فون چارجر، جوتے، ہیرے اور جواہرات پر پڑیں گے اور یہ سستے ہوں گے، جبکہ غیر ملکی چھاتا، نقلی زیورات، ہندوستان میں تیار شدہ دوائیں مہنگی ہوں گی، بجٹ میں نوجوانوں کو خود انحصار (آتم نربھر) بھارت کے تحت سولہ لاکھ اور میک انڈیا کے تحت ساٹھ (۶۰) لاکھ ملازمتیں دی جائیں گی، اسی (۸۰) لاکھ نئے گھر بنائے جائیں گے، چارسو (۴۰۰) نئی وندے بھارت ٹرینیں چلائی جائیں گی۔

حسب سابق اس بجٹ میں ہندوستان کے عام شہری، مزدور، کسان، غیر منظم سکٹر میں کام کرنے والے لوگوں کو پوری طرح نظر انداز کیا گیا ہے، مہنگائی کم کرنے کے لیے بھی اس بجٹ میں کوئی منصوبہ نہیں ہے، چھوٹے روزگار اور گھریلو صنعت چلانے اور قائم کرنے والوں کے لئے بھی کسی رعایت کا اعلان نہیں کیا گیا ہے، حالاں کہ کورونا اور لاک ڈاؤن کی مار سب سے زیادہ اسی طبقہ پر پڑی ہے، ان کے کاروبار تباہ ہوگیے اور ان کے پاس نئے کاروبار کھڑے کرنے کے لیے پیسے نہیں ہیں، ملازمتوں کی فراہمی کے لیے چھوٹے کاروباری مرکز کی اہمیت ہر دور میں رہی ہے، منریگا کے فنڈ میں اضافہ نہ کرنے کی وجہ سے چند ایام کے لیے جو کام کمزور طبقات کو مل جایا کرتے تھے اب اس میں بھی اضافہ نہیں کیا جا سکے گا، کیوں کہ فنڈ کے حساب سے ہی لوگوں کو کام پر لگایا جا سکتا ہے اس طرح دیکھا جائے تو عام بجٹ نے عوام کو حسب سابق حاشیہ پر رکھا ہے، اور اس میں کوئی تبدیلی ہوتی نظر نہیں آتی۔

نوے (۹۰) منٹ کا بجٹ بھاشن انتہائی خشک تھا، سابق میں اس خشکی کو دور کرنے کے لیے بجٹ بھاشن میں اردو اشعار کا سہارا لیا جاتا تھا، اس بار اس کی بھی کمی محسوس ہوئی، اس کے علاوہ بجٹ میں معاشیات سے متعلق جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں، ان میں سے زیادہ تر کا تعلق انگریزی زبان سے ہوتا ہے، انگریزی اصطلاحات کا سمجھنا اس شخص کے لیے جس کا تعلق معاشیات سے فنی طور پر نہیں ہے دشوار ترین عمل ہے، ادھر چند سالوں میں ان انگریزی اصطلاحات کو سنسکرت زدہ ہندی میں بدلنے کا مزاج بنا ہے وہ اسے مزید دشوار تر کر دیتا ہے، اس لیے عوام کی دلچسپی بجٹ تقریر کے سننے سے بالکل نہیں ہوتی، وہ دیکھنا چاہتی ہے کہ مہنگائی اس بجٹ سے گھٹے گی یا بڑھے گی، بے روزگاری میں کس قدر کمی آئے گی، روزگار کے مواقع کیا ہوں گے، ان کی دلچسپی بجٹ کے بعد سینسکس اور نفٹی کے اعداد وشمار کے شیر بازار میں گھٹنے، بڑھنے سے بھی رہتی ہے، اگر حصص کی قیمتوں میں اچھال آیا، جیسا اس بار کے بجٹ کے بعد ہوا ہے تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بجٹ متوسط لوگوں کے لیے نہیں بڑے کارپوریٹ اور تاجر گھرانوں کے لیے مفید ہے، اگر شیر بازار میں گراوٹ آئی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس بجٹ میں غریبوں کے لیے بھی کچھ ہے، یہ ان کی سوچ ہے، ضروری نہیں کہ آپ اس کی تائید بھی کریں۔

بجٹ تقریر کے نہیں سمجھنے کا اثر ہمارے سیاسی رہنماؤں پر بھی خوب پڑتا ہے، ان کے یہاں نہ سمجھنے کی وجہ سے موافقت ومخالفت کا پیمانہ حکومت کی موافقت یا مخالفت پر مبنی ہوتا ہے، حزب اقتدار کے لوگ بجٹ کو مثبت، ہندوستان کو آگے لے جانے والا کہتے نہیں تھکتے، جب کہ حزب اختلاف کے نزدیک بجٹ جیسا بھی ہو مایوس کن ہی ہوتا ہے، ان کے یہاں گفتگو بجٹ کے جزئیات پر نہیں ہوتی، بلکہ مجموعی طور پر ہی اسے رد کر دیا جاتا ہے، اس طریقۂ کار کو بدلنے کی ضرورت ہے، سیاسی رہنماؤں کو بیان بازی سے پہلے اپنی پارٹی کے معاشی شعور رکھنے والوں سے تجزیہ کرا کر ہی رائے زنی کرنی چاہیے، بغیر سمجھے رائے زنی کرنا نہ ان کے لیے مفید ہے نہ ملک کے لیے۔

قابل مذمت بیان

حکومت بہار میں بی جے پی کوٹے سے نیرج کمار ببلو اور جے بیش مشرا وزیر ہیں، انہیں سرخیوں میں بنے رہنے کا شوق ہے، یہ شوق بُرا نہیں ہے، لیکن اس کا استعمال ریاست کی تعمیر وترقی کے لیے کریں تو فائدہ پہونچے گا، انہیں ریاست کی ترقی سے کوئی مطلب نہیں ہے، ان کے نزدیک فائدہ ایسے بیانوں میں ہے جس سے ہندتوا مضبوط ہو اور ریاست کے رائے دہندگان کا ووٹ ان کی طرف ہو جائے، اس کام کے لیے انہیں مسلمان، مسلمانوں کے ادارے ان کی کھان پان ان کی وضع قطع، حجاب و پردہ اور تہذیب وثقافت کے خلاف آتش فشانی کرنی ہوتی ہے، یہ رائے دہندگان کو اپنی طرف لانے کے لیے ان کی تگ ودو کا ایک حصہ ہے، ان دونوں وزراء کے مدارس کے خلاف حالیہ بیان کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے، واقعہ یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ طلبہ کو اچھا شہری اور اعلیٰ اخلاقی اقدار سے مزین کرنے کا کام کرتی ہے، اس کے پہلے بھی مرلی منوہر جوشی جب وزیر تعلیم تھے یہ سوال مرکز سے اٹھا تھا، اور حضرت مولانا محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ناموس مدارس اسلامیہ کنونشن مونگیر میں منعقد کر کے اس غلط بیانی کی ہوا نکال دی تھی، اور تب سے یہ معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔

اب پانچ ریاستوں میں انتخابات ہونے ہیں اور بہار میں بھی لوکل باڈیز سے ام ال سی کے لیے نام وحلقوں کی تعیین کی جاری ہے، اس لیے اس بیان کو اچھال دیا گیا، ان دونوں وزراء کے ذہن میں آسام ماڈل گشت کر رہا ہے، آسام ہو یا ہندوستان کی کوئی ریاست یہ مدارس اسلامیہ آئین کی دفعہ ۲۹، ۳۰ اور ۳۰/اے کے تحت قائم ہیں اور ان کو کسی بھی درجہ میں غیر دستوری نہیں کہا جا سکتا۔

اس بیان پر وزیر اعلیٰ کی طرف سے کوئی تبصرہ تو نہیں آیا، لیکن وزیر تعلیم وجے کمار چودھری اور وزیر اقلیتی فلاح زماں خان، وقف بورڈ کے چیرمین محمد ارشاد اللہ اور جدیو کے کئی لیڈران نے اس کا نوٹس لیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے۔ البتہ ان دونوں وزیروں کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مدارس اسلامیہ کی تاریخ سے ناواقف ہیں، صحیح نہیں ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ مدارس اسلامیہ مسلمانوں کے لیے مذہبی تعلیم وتہذیب وثقافت کے لیے پاور ہاؤس کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اس کے کردار کو مجروح کر کے ان اداروں کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں، پھر اس کا میڈیا ٹرائل کیا جائے اور اگر یہ ادارے بند نہ کیے جائیں تو بھی ان کے کام کرنے کے طریقے کو بدل کر دکھ دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ دستور میں ہندوستان کی مختلف اقلیتوں کو جو حقوق دیے گیے ہیں، اس کی روشنی میں صرف مذہبی تعلیم سے بھی کسی کو نہیں روکا جا سکتا، جب رائٹ ٹو ایجوکیشن قانون آیا تھا تو مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانیؒ نے مکاتب، پاٹھ شالے، گروکل وغیرہ کو بھی سرکاری طور پر تعلیمی ادارے کے طور پر منظور کروایا تھا اور اس میں پڑھنے والے بچوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے والا قرار دیا گیا تھا۔

اگر ڈبل انجن کی سرکار بہار میں نہیں ہوتی اور وزیر اعلیٰ نتیش کمار کے لیے بی جے پی کو لے کر چلنا مجبوری نہیں ہوتی تو ہمارا مطالبہ ہوتا کہ ایسے وزراء کو برطرف کر دینا چاہیے، کیونکہ ان کے بیانات وزیر اعلیٰ کی پالیسی کے خلاف ہیں اور ایسے لوگوں کو وزارت میں بنے رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ موجودہ حالات میں بھی ان وزراء کی سخت تنبیہ ضرور کی جانی چاہیے تاکہ یہ سلسلہ دراز نہ ہو۔

ڈوہرا رویہ

کرناٹک کے کولار میں ایک سرکاری اسکول ہے، جہاں مسلم بچے بھی پڑھتے ہیں، اوما دیوی وہاں کی ہیڈ مسٹریس ہیں، ایک جمعہ کو انہوں نے چند مسلم بچوں کو اسکول کے ایک کمرے میں جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت دے دی، بچوں نے ان کی اجازت کے بعد نماز ادا کی، بس کیا تھا، فرقہ پرستوں کو ایک موقع مل گیا، نماز کی ویڈیو وائرل کی گئی، میڈیا میں اس پر بحثیں شروع ہوئیں، اوما دیوی کو نہ صرف جانچ کا سامنا کرنا پڑا؛ بلکہ انہیں معطل کر دیا گیا، کرناٹک کے وزیر تعلیم بی سی ناگیش نے ان کے خلاف سخت قدم اٹھانے کا اشارہ بھی دیا ہے، یہ ایک افسوسناک صورت حال ہے۔

اس کے بالمقابل دوسرا رویہ یہ ہے کہ ہندوستان کے بیشتر سرکاری اسکول میں سرسوتی دیوی کی پوجا ہوتی ہے، مورتیاں لگائی جاتی ہیں، بچوں سے روپے وصولے جاتے ہیں، اور اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں کی جاتی، اگر اسکول سارے مذاہب کے لیے ہیں اور سیکولرزم کی وجہ سے نماز پڑھنے کی اس میں اجازت نہیں ہے تو مورتی پوجا کو بھی روکنا چاہیے؛ کیوں کہ وہ بھی سیکولر اقدار کے خلاف ہے۔

واقعہ کوئی بھی ہو، مسلم میڈیا کو ساری کمزوری مسلم اداروں میں نظر آنے لگتی ہے کہ وہ آگے کیوں نہیں آتے، خاموش کیوں رہ جاتے ہیں، عدالت سے کیوں رجوع نہیں کرتے، مسلم قیادت کو مطعون کر کے مسلم میڈیا اور صحافی حضرات دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں، یقیناً مسلم ادارے اور تنظیموں کو آگے آنا چاہیے، لیکن آپ کے پاس خبر رسانی کا جو نظام ہے اس کو کام میں کیوں نہیں لاتے ہیں، اس قسم کے مسائل میں آپ کی بیداری ملک وقوم کو بیدار کر سکتی ہے؛ اس لئے اردو میڈیا اور صحافت کو بھی سود و زیاں سے اوپر اٹھ کر اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری نبھانی چاہیے، تبھی اس پر قابو پانا ممکن ہو سکے گا۔

عدم رواداری کا احساس

پورا ہندوستان اس وقت محسوس کر رہا ہے کہ ہندوستان میں عدم رواداری کا ماحول تیزی سے بڑھا ہے، اس کا آغاز تو حامد انصاری کے نائب صدر ہونے سے بہت پہلے ہو چکا تھا، لیکن حامد انصاری صاحب جب اقتدار میں تھے تو ان کی زبان اس قسم کے موضوعات ومسائل پر گُنگ رہا کرتی تھی، پہلی بار انہوں نے اپنی الوداعیہ تقریر میں اس موضوع پر زبان کھولا، سبکدوشی کے بعد ان کا یہ زبان کھولنا مؤثر تو نہیں ہوا، البتہ انہیں فرقہ پرستوں کی طرف سے نشانہ بنایا گیا اور ان کی پوری زندگی کی خدمت کا تجزیہ اسی حیثیت سے کیا جانے لگا۔

انہوں نے اپنی آپ بیتی میں بھی مسلمانوں میں عدم تحفظ پر تشویش کا اظہار کیا تو یہ مسئلہ پھر سے جاگ گیا اور فرقہ پرست اور فسطائی طاقتوں نے ان کی پوری خبر لے ڈالی، اب ان کا تازہ بیان انڈین امریکن مسلم کاؤنسل کے ورچوئل پروگرام میں سامنے آیا ہے، جس میں انہوں نے مسلمانوں کے سلسلے میں عدم رواداری کے احساس کا اعادہ کیا ہے۔

سابق نائب صدر حامد انصاری نے ورچوئل مباحثے میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا کہ ”ملک اپنے آئینی اقدار سے دور ہوتا جا رہا ہے، حالیہ برسوں میں ہم نے ایسے رجحانات اور طرز عمل کو اُبھرتے ہوئے دیکھا ہے جو ملک کو ثقافتی قوم پرستی کے خیالی نظام کو نافذ کرنے کی طرف لے جا رہا ہے، انہوں نے ایسے معاملات میں سیاسی اور قانونی چیلنج کا بھی مشورہ دیا“۔

حامد انصاری صاحب نے جو کچھ کہا وہ صد فی صد صحیح ہے، اس سے زیادہ اس ملک میں مسلمانوں کو عدم تحفظ اور عدم رواداری کا احساس ہے، اس ملک کو بچانا ہے تو ان حالات سے نبرد آزما ہونا ہی پڑے گا، یہ نبرد آزمائی تشدد کا جواب تشدد سے دے کر نہیں، سیاسی اور قانونی لڑائی لڑ کر دی جا سکتی ہے، اس کی روپ ریکھا اور خدوخال کیا ہوں گے اس پر امت مسلمہ کو متحد ہو کر غور کرنے کی ضرورت ہے، اللہ کی نصرت ومدد اپنی جگہ یقینی ہے، لیکن ابابیلوں کے لشکر شاید اب نہیں آئیں گے، اب اللہ کی نصرت کے حصول کا ذریعہ انابت الی اللہ، دعاء سحر گاہی، آہ نیم شبی کے ساتھ انسانی تدبیر بھی ہے، دنیا مسبب الاسباب ہے، اس لیے ہمیں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے نہیں رہنا چاہیے، اس کے بغیر ہندوستان سے عدم تحفظ کے احساس کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

ماہنامہ الفرقان اور ندائے ملت کے سابق مدیر، انڈین مسلم فیڈریشن یو کے کے سرگرم رکن، اسلامک ڈیفینس لیگ یو کے کے بانی، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی بن حضرت مولانا منظور احمد نعمانی بن صوفی احمد حسین (م رمضان ۱۳۶۸ھ) کا پنچانوے سال کی عمر میں دہلی میں مقیم ان کے صاحب زادہ مولانا عبید الرحمٰن سنبھلی کے گھر انتقال ہوگیا، انہوں نے ۲۳رجنوری ۲۰۲۲ء کو عشاء کی نماز سے قبل آٹھ بج کر دس منٹ پر آخری سانس لی، وہ کافی عرصہ سے بیمار چل رہے تھے، جنازہ ان کے آبائی شہر سنبھل لے جایا گیا، جہاں بعد نماز ظہر اگلے دن مفتی محمد سلمان منصور پوری استاذ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد نے جنازہ کی نماز مدرسہ انجمن سنبھل میں پڑھائی، اور ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں دولڑکے اور دولڑکیوں کو چھوڑا اہلیہ پہلے انتقال کرچکی تھیں۔

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے ۱۵رمارچ ۱۹۲۶ء کو اتر پردیش کے قصبہ سنبھل میں آنکھیں کھولیں وہ مولانا منظور نعمانی علیہ الرحمہ کے سب سے بڑے فرزند تھے، ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد انہوں نے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا، وہاں وہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اور حضرت مولانا محمد اسعد مدنیؒ کے ہم درس رہے۔ ۱۹۵۰ء میں دارالعلوم سے فراغت کے بعد اپنے والد کے مشہور رسالہ الفرقان سے وابستہ ہوئے، ۱۹۵۳ء میں وہ الفرقان کے مدیر بنادیے گیے، انہوں نے مضبوط انداز میں ملت اسلامیہ کا موقف الفرقان میں پیش کیا، یہ موقف بے باکانہ ہوا کرتا تھا، جس کی وجہ سے الفرقان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا، ان کے الفرقان کے اداریوں کا مجموعہ ”راستے کی تلاش“ کے نام سے چھپ چکا ہے جو اہل علم میں مقبول ہے۔ ۱۹۶۲ء میں پندرہ روزہ ندائے ملت کا آغاز ہوا تو مولانا اپنے بھائی حفیظ نعمانی کے ساتھ اس کے دست وبازو بن گیے، ندائے ملت کے بے باکانہ اداریہ نے حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا، نتیجہ یہ ہوا کہ حفیظ نعمانی نے نو ماہ کے لیے قید وبند کی صعوبت برداشت کی خود مولانا ڈیفنس آف انڈیا رول کے تحت چھ مقدمات میں ماخوذ ہوئے۔

مولانا مرحوم مسلم مجلس مشاورت کے بانیوں میں سے ایک تھے، مسلسل تحریکی زندگی کی وجہ سے ان کی صحت خراب رہنے لگی، ۱۹۶۷ء میں مولانا بغرض علاج لندن گیے اور پھر وہیں کے ہوکر رہ گیے، سال میں ایک بار ہندوستان آنا ہوتا تھا، لیکن وہ مہمان بن کر ہی آتے تھے، لندن منتقلی کے بعد ان کا میدان عمل برطانیہ ہو گیا، اور وہاں انہوں نے مختلف تحریکات میں بھرپور حصہ لیا، انہوں نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اسلامک ڈیفنس لیگ کی بنیاد ڈالی، انڈین مسلم فیڈریشن لندن کے ذریعہ ہندوستانی مسلمانوں کو ہند وبیرون ہند میں مؤثر بنانے کے لیے جم کر کام کیا، ان کے مضامین فیڈریشن کے خبرنامہ ”دی انڈین مسلم“ میں اردو سے انگریزی ترجمہ کرکے چھپا کرتے تھے۔

مولانا عظیم صحافی تھے، ان کی انگلی زمانہ کے نبض پر ہوا کرتی تھی، وہ سیاسی اتار چڑھاؤ اور رست وخیز پر گہری نظر رکھتے تھے، اس لیے ان کے اداریے اقدامات کی نشان دہی بھی کرتے تھے، ان کے اداریہ نویسی کی خصوصیات کو ان کے اداریہ کے مجموعے ”راستے کی تلاش“ میں دیکھا جاسکتا ہے، ان کے علاوہ جو کتابیں ان کی مقبول ہوئیں اور اہل علم کی نظر میں مباحثہ کا موضوع بنیں ان میں انقلاب ایران اور اس کی اسلامیت، واقعۂ کربلا اور اس کا تاریخی پس منظر، طلاق ثلاثہ اور حافظ ابن القیم، مجھے ہے حکم اذاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کی آخری تصنیف محفل قرآن ہے، جو چھ جلدوں میں ہے اور تفسیر قران ہے، یہ تفسیر عصر حاضر کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے، اس لیے مشکل مقامات کے حل کے ساتھ قرآن کریم پر کیے جانے والے اعتراضات کا منطقی اور مسکت جواب بھی دیا گیا ہے، یہ تفسیر اہل علم کے لیے بہترین تحفہ اور نئی نسل کے لیے ان کے شکوک وشبہات دور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، مولانا کا جو اسلوب اور تحقیق میں جو جزم واحتیاط تھا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی عتیق احمد بستوی استاذ دارالعلوم نے بجا لکھا ہے کہ

”حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی زود نویس نہیں تھے، اللہ نے ان کو جو طویل عمر عطا فرمائی اس کے اعتبار سے ان کی کتابیں اور ان کی تحریریں کم ہیں، لیکن وہ جو کچھ تحریر فرماتے تھے، طویل غور وفکر، گہرے مطالعہ اور وسیع تجربات کا خلاصہ ہوتا تھا، ہر لفظ بہت ناپ تول کر لکھتے تھے، ان کا ہر جملہ اور فقرہ بہت محکم ہوتا تھا، ان کی تحریریں لفاظی عبارت آرائی سے پاک ہوتی تھی، ان کا اسلوب نگارش سشتہ، سادہ اور بڑا عقلی ومنطقی ہوا کرتا تھا۔ آگے لکھتے ہیں: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کا مخصوص طرز نگارش ہے، اس میں سادگی اور پرکاری کے ساتھ معقولیت کا حسین امتزاج ہے، مولانا سنبھلی کی کوئی بھی تحریر سرسری اور سطحی نہیں ہوتی، بہت غور وفکر کے بعد موضوع میں ڈوب کر لکھتے ہیں۔ (مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی-نقوش وتاثرات)

یہ عجیب اتفاق ہے کہ مولانا سے میری کوئی ملاقات ہندوستان میں نہیں ہوئی، اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں جب میرا آنا جانا لندن ہونے لگا تو کئی ملاقاتیں مختلف محفلوں میں وہیں ہوئیں، ایک دو دفعہ گھر بھی جانا یاد آتا ہے، میں نے ان ملاقاتوں میں مولانا کو متواضع، خاموش طبع اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنے والا پایا، ممکن ہے دوستوں کی مجلس میں گھل مل جاتے رہے ہوں، لیکن میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں تھا، میں خود بھی بڑوں کی مجلس میں خاموش ہی رہا کرتا ہوں، مولانا بھی خاموش طبع تھے، ایسے میں گفتگو سے زیادہ اس ملاقات کا مطلب ایک دوسرے کو دیکھنا ہی ہوا کرتا تھا، کچھ عمر کا تفاوت بھی تھا جو بے تکلف ہونے سے ہر ملاقات میں مانع ہی رہا۔ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل دے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

کتابوں کی دنیا ✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تحفۃ الافادات فی شرح مقدمہ مشکوٰۃ

لمحات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح کا دیباچہ اہل علم کے نزدیک مقدمہ مشکوٰۃ کے نام سے معروف ومشہور ہے، یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲-۹۸۵) بن سیف الدین کی علمی یادگار ہے، اس کی مقبولیت اور محدثین کے نزدیک اس کی حاجت وضرورت کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ نے اس دیباچہ کو مشکوٰۃ شریف کے شروع میں شامل کردیا، اس طرح وہ اب مشکوٰۃ شریف کا جزو لازم بن گیا، کیوں کہ احادیث کے مباحث اور اس کے مدارج اور مقام کا سمجھنا اصول حدیث کے علم کے بغیر ممکن نہیں اور یہ مقدمہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے منفرد اور اختصار کے اعتبار سے اسے پڑھنا پڑھانا، سمجھنا سمجھانا اور بآسانی حافظہ کی گرفت میں آجانا اس کا امتیاز ہے، اس لیے یہ مقدمہ ہر دور میں مقبول رہا ہے اور اسے نصاب کا حصہ بنادیا گیا ہے، تاکہ احادیث کے اصولی مباحث سے طلبہ کو اس قدر واقفیت ہوجائے کہ وہ نخبۃ الفکر اور اس جیسی دوسری کتابوں کو بآسانی سمجھ سکیں۔

دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ میں بھی یہ مقدمہ نصاب کا جزو ہے، اس کی تدریس عام طور سے مفتی آفتاب عالم قاسمی کے ذمہ رہی ہے، جو ”آفتاب بزمی“ کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں، گیدرگنج، اندھراٹھاڑی ضلع مدھوبنی کے رہنے والے ہیں، گذشتہ آٹھ سالوں سے دارالعلوم الاسلامیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں، احادیث کی بعض کتابوں کی تدریس بھی ان کے ذمہ ہے جواں سال ہیں، علم پختہ ہے، مطالعہ کا شوق ہے اور حاصل مطالعہ کو جمع کرنے اور اس میدان میں کچھ کر گذرنے کا جذبہ بھی جواں ہے، لکھتے پڑھتے رہے ہیں اور چیزوں کو مرتب انداز میں پیش کرتے ہیں، تحفۃ الافادات فی شرح مقدمہ مشکوٰۃ کو میں نے جو کچھ اوپر لکھا ہے اس کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے، شرح دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی آفتاب عالم کے علم میں گہرائی بھی اور گیرائی بھی، اس علمی انحطاط کے دور میں طلبہ عربی شروحات کے بجائے اردو شرح سے مستفیض ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں، گو اس سے اصل ماخذ سے علم کے حصول میں انحطاط ہوتا ہے، لیکن کیا کیجئے اب تو یہ ایک ضرورت بن گئی ہے، اور آسان ترین کتابوں کی شروحات بھی لکھی جارہی ہیں، میں نے اردو کی چوتھی کی شرح دیکھی ہے، اور ہمارے ایک بزرگ نے شرح قواعد بغدادی بھی لکھی تھی، مقدمہ مشکوٰۃ تو بڑی ارفع واعلیٰ چیز ہے، اس لیے مفتی آفتاب عالم قاسمی کی اس اردو شرح کو طالب علموں کی ضرورت سمجھنا چاہیے اور طالب علم ہی کیا، مولانا نے جو انداز اختیار کیا ہے اور جس طرح اصل متن پر اعراب لگا کر بامحاورہ ترجمہ کیا ہے، پھر الفاظ کی تحقیق کی ہے، اصل متن پر جو کلام کیا ہے وہ اساتذہ کے لیے بھی مفید ہے، اساتذہ بھی تو اسی دور انحطاط کی پود ہوتے ہیں اور ان کی ضرورتیں بھی اس شرح سے پوری ہوتی نظر آتی ہیں، میں نے بعض اساتذہ کو اردو شرح سامنے رکھ کر پڑھاتے بھی دیکھا ہے، مفتی آفتاب عالم قاسمی ہم سب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ہم سب کے لیے علمی بھرم قائم رکھنے کا سامان بہم پہونچادیا ہے۔

کتاب ایک سو چوراسی صفحات پر مشتمل ہے، مکتبہ صوت القرآن دیوبند نے شائع کیا ہے، قیمت درج نہیں ہے، اس لیے مفت ملنے کے امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ملنے کے دو پتے ریان بکڈپو گیدرگنج اندھراٹھاڑی ضلع مدھوبنی اور دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ درج ہے، نمبر ۳ اور ۴ر کو خالی رکھا گیا ہے، یہ محذوف منوی ہے، محذوف منوی کو متعین کرنے میں قرینہ سے کام چل جاتا ہے، یہاں اس کا بھی موقع نہیں ہے، اسی طرح فہرست میں جو تین تقریظ مذکور ہے، اس میں ایک کی جگہ بھی صفحہ ۱۵ر پر خالی ہے۔ ممکن ہے کسی بڑے کی تحریر مطلوب رہی ہو اور طباعت کے وقت دستیاب نہیں ہوسکی اور اس بڑے کی جگہ کسی کو دی نہیں جاسکتی تھی اس لیے خالی چھوڑ دیا گیا، تاویلات کچھ بھی کرلیں یہ ترتیب کی کمی ہے، اسے خالی نہیں رہنا چاہیے تھا۔

کتاب کا انتساب محدثین عظام، ازہر ہند دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ اور والدین کے نام ہے جو سب کے سب اہم ہیں، یہ سلسلہ بھی اب متروک ہوتا جارہا ہے، اب تو لوگ پرانے زمانہ کی طرف لوٹ رہے ہیں، پہلے کتابوں کی طباعت کے لیے بادشاہ، نواب، امراء رقومات فراہم کراتے تھے اور کتاب ان کے نام معنون ہوجاتی تھی، آج کے دور میں بھی کچھ ایسا ہی ہورہا ہے، جس نے طباعت کے لیے سرمایہ دیا، اس کے نام منسوب ہوگئی، چاہے وہ کسی قماش کا آدمی ہو اور علمی معاملات ومسائل سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہ ہو، کتاب کا منصۂ شہود پر لانے کا وہ ذریعہ بن گیا ہے، اس لیے ہمارے لیے وہ شخص زیادہ اہم ہے، مفتی آفتاب صاحب نے جن اشخاص اور اداروں کے نام اس کا انتساب کیا ہے وہ ظاہری اور معنوی اعتبار سے اس لائق ہیں کہ اپنے خارجی وجود اسباب اور صلاحیت وصالحیت کے حوالہ سے ان کا نام لیا جائے۔

کتاب پر دو تقریظ موجود ہے، ایک حضرت مولانا خضر محمد صاحب کشمیری نقشبندی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبداللہ معروفی استاذ تخصص فی الحدیث الشریف دارالعلوم دیوبند کی۔ مفتی صاحب اس معاملہ میں بھی دور اندیش اور عقل مند ثابت ہوئے ہیں، انہوں نے جن دو شخصیات کا انتخاب کیا وہ دیوبند میں کتابوں کی مارکیٹنگ کے لیے انتہائی ضروری تھے، دارالعلوم کے کسی استاذ کی تقریظ نہ ہو تو طلبہ اچھی اور علمی کتابوں کی طرف بھی متوجہ ہونے کا خطرہ مول نہیں لیتے، ان دونوں حضرات کی تقریظ سے اس شرح کے خریدنے والوں کا رجوع عام بھی ہوگا اور تام بھی۔

مولانا خضر محمد صاحب نے اس شرح کے بارے میں لکھا ہے کہ ”علماء اور طلبہ کے لیے یہ کتاب حل مقدمہ کے لیے معاون ثابت ہوگی، موصوف نے اردو زبان میں مصطلحات حدیث کی بہتر اور مناسب تعریف کی ہے اور اطناب سے گریز کیا ہے، اختیاری مطالعہ کے عنوان سے مزید تحقیق کے لیے تشنگان اصول حدیث کے لیے پیاس بجھانے کا کام کیا ہے (صفحہ ۱۳)

حضرت مولانا عبداللہ معروفی صاحب کا خیال ہے کہ ”یہ کتاب علمی حلقوں اور طلبہ علوم حدیث کے درمیان قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی (صفحہ ۱۴)

شرح اچھی ہے، ہر اصول کی مثال دی گئی ہے، اور مغلق عبارت کو حل کیا گیا ہے، اختیاری مطالعہ میں کن مباحث میں کن امور کا مطالعہ کرنا چاہیے اس کی تفصیل درج کردی گئی ہے تاکہ شائقین میں ”ھل من مزید“ کی پیاس لگی رہے، حدیث سے شغف رکھنے والوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، کتاب اس لائق ہے کہ اسے افادہ عام کے لیے لائبریری اور مکتبوں میں رکھا جائے، اللہ سے دعا ہے کہ مفتی آفتاب عالم قاسمی کی یہ قیمتی اور علمی شرح آئندہ مزید تصنیفی وتالیفی سرگرمیوں کا نقطۂ آغاز بن جائے۔ آمین

Scanned with CamScanner

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانی کی حق گوئی و بے باکی

☆حضرت نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی☆

موسموں کی آندھیاں چلتی ہیں تو کئی چراغ گل ہو جاتے ہیں؛ لیکن ان کے بجھنے پر یادوں کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ دو برسوں میں سیکڑوں ایسے چراغ گل ہو گئے جن کی روشنی کی دنیا کو ضرورت تھی، جن کی ضیاء پاشیوں سے مسافروں کو راستے کا پتہ چلتا اور منزل کا سراغ ملتا تھا، اکابر علماء دیوبند کی ایک مضبوط کڑی: مجاہد آزادی، شیر پنجاب اور امیر احرار اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمان ثانی لدھیانوی بھی 10 ستمبر 2021 کو داغ مفارقت دے گئے۔ ایک ایسے وقت میں جب ہندوستان اور ملت اسلامیہ کو ان کی شدید ضرورت تھی، وہ الوداع کہہ گئے، وہ اپنے دادا رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن نور اللہ مرقدہ کی طرح سراپا جرأت و ہمت کی علامت تھے، ان کی ذات ایسی تھی کہ: کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رک جاتے ہیں، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کو ایمانی غیرت اور بے باکی وراثت میں ملی تھی، جسے انہوں نے ساری زندگی سنبھالے رکھا اور پوری قوت کے ساتھ اس کا استعمال بھی کیا، رگوں میں گرم پنجابی خون، دل میں ایمانی حرارت اور زبان پر بجلی کی طرح کڑک دار آواز ظلم و ناانصافی کے خلاف جب آگے بڑھتے تو سارے عوامل ایک ساتھ چلتے اور ساتھ دیتے، وہ نہ حکومت اور ظالم کے رعب سے دبے، نہ حاکم وقت کے کھنکتے سکوں کے اسیر ہوئے اور نہ چڑھتے سورج کی پوجا کی، جب اور جہاں ظلم کا بازار گرم دیکھا، شریعت مطہرہ کو نشانہ بنتے پایا اور ظالموں نے سر اٹھایا، وہ اسے سرنگوں کرنے کے لئے موجود رہے، ان کی کڑک دار آواز باطل کے ایوانوں میں لرزہ پیدا کر دیتی تھی۔ بہادر، نڈر، جرأت مند، باحوصلہ، پرعزم، بے باک، ملکی و غیر ملکی سیاست پر بے لاگ اور بے خوف حق کی بات کرنے والے، اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے لئے آواز اٹھانے والے، ظلم و ناانصافی کے خلاف بولنے اور لکھنے والے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی شیر اسلام، شیر پنجاب اور شاہی امام پنجاب کے نام سے جانے جاتے تھے۔

حضرت مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانوی کے بیٹے، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے پوتے اور حضرت مولانا زکریا صاحب لدھیانوی کے پڑپوتے تھے، دادا سے التباس نہ ہو؛ اس لیے اپنے نام کے ساتھ ثانی کا لاحقہ لگایا کرتے تھے۔ انہوں نے آخری دم تک اپنے خاندان کی علمی دینی، ملی، سماجی اور سیاسی اقدار و تہذیبی روایات خوبصورتی اور پختگی کے ساتھ آگے بڑھایا اور ملت کو پوری شان کے ساتھ جینے کا ہنر سکھایا، دارالعلوم دیوبند اور یہاں کے اکابر سے گہرا علمی، فکری اور تحریکی رشتہ رہا، وہ جب کبھی دیوبند تشریف لاتے طلبا اور اساتذہ سے روبرو ہوتے: ملت کے تئیں اپنے درد کا اظہار کرتے تھے۔ ان کا بیشتر وقت قوم اور نئی نسل کو حوصلہ اور جوش بھرنے میں گزرا، ان کا ماننا تھا کہ پروردگار نے جو زندگی عنایت کی ہے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے منہج پر گزرے۔ ہندوستان جیسی دھرتی پر اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، وہ چاہتے تھے کہ ملت کا ہر بچہ مجاہدانہ فکر لے کر جیئے، راقم الحروف کو بھی کئی بار عمر کے آخری پڑاؤ پر آپ سے ملنے، روبرو ہونے اور فیض اٹھانے کا موقع ملا، بزرگی کے تقاضے کے باوجود میں نے بھی آپ کی جرأت میں نقاہت محسوس نہیں کی، بولنے، کہنے اور پیغام دینے کا وہی نرالا انداز پایا جو ایک سرفروش مجاہد میں ہوتا ہے، آپ کی خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ہمیشہ اپنے ساتھ تلوار رکھا کرتے تھے، بیان کرنے بیٹھتے تب بھی تلوار ہاتھوں میں ہوا کرتی تھی، آپ اس مسلمان سے بہت خوش ہوتے تھے جو جری اور بہادر ہوتا، نیز جس کے زیادہ بچے ہوتے تھے، ان کو انعام سے بھی نوازتے تھے، مولانا رہتے پنجاب میں تھے؛ لیکن ان کی نگاہ پوری ملت اسلامیہ پر تھی، وطن اور سرحد کی عارضی حدود سے باہر دنیا کے کسی کونے میں کہیں بھی علم ہوتا تو وہ تڑپ اٹھتے اور اپنی سطح سے جو بن پڑتا اس کے لئے کام کرتے، انہوں نے حق گوئی کو عبادت کا درجہ دیا اور سیاست میں اپنا حق لینے کا سبق سکھایا، ماضی میں جھانک کر دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی زندگی بھی کچھ اسی طرح جد و جہد سے عبارت تھی، تحریک خلافت کے خاتمے کے بعد خلافت پنجاب کے رہنماؤں امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفکر احرار چودھری افضل حق، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، شیخ حسام الدین، خواجہ عبدالرحمٰن غازی اور مولانا مظہر علی اظہر رحمہم اللہ جیسے سربکف مجاہدوں نے ایک انقلابی جماعت مجلس احرار کی بنیاد رکھی تھی مجلس کے تاسیسی اجلاس میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم نے مجلس احرار کی بنیاد رکھی، اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے ہماری آواز کو سنا اور قبول کیا، اگر ہم صدق دل سے کام کرتے رہے تو میرا یقین ہے کہ عنقریب ہر گوشے میں مجلس احرار اسلام کا نظام پھیل جائے گا۔

اس فکر کے پرچم کو دادا کے بعد پوتا نے سنبھالا اور اور مسلمانوں کی ملی وحدت اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے آخری دم تک سرگرم عمل رہے، ان کا دائرہ کار وسیع تھا، ہر محاذ پر وہ کام کرتے دکھائی دیتے تھے، تقسیم ملک کا درد سب سے زیادہ خطہ پنجاب نے برداشت کیا تھا، یہاں مسجدیں ایسی ویران ہوئیں کہ کوئی نمازی نہ رہا، برادران وطن نے ان مساجد کو بھونسے بھرنے اور مویشی رکھنے کی جگہ بنالی، حضرت مولانا اس سے کافی دل برداشتہ تھے، وہ مساجد کی بازیابی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے، آپ نے مجلس احرار اسلام ہند کے بینر تلے درجنوں مساجد کو سکھوں اور غیر مسلموں سے بغیر لڑے آزاد کرایا اور انہیں آباد کرنے کی سبیل نکالی، اسی طرح جن مسلمانوں نے جان کے خوف سے شہروں کو چھوڑ دیا تھا، دیہاتوں میں جا کر چھپ گئے تھے، انہیں بھی رفتہ رفتہ واپس بلالیا، پنجاب، لدھیانہ اور مالیر کوٹلہ میں اب مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی ہے، دوسرے شہروں میں مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے مسلمان بھی بس گئے ہیں، روزگار سے جڑے ہیں، ان کے ساتھ کوئی تعصب نہیں ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن ثانیؒ کی ایک اہم خصوصیت قادیانی فتنے کی بیخ کنی اور خطۂ پنجاب سے ارتداد کا خاتمہ تھا، ہندوستان میں انگریز استعمار کا پیدا کردہ قادیانی فتنہ کا جنم بھی پنجاب کی دھرتی پر ہوا، اس فتنہ نے امت مسلمہ کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کے ایمان لوٹنے کی پوری کوشش کی، بیرونی قوتوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے قادیانیت کو پروان چڑھا کر مسلمانوں کی اجتماعیت و مرکزیت پر کاری ضرب لگائی، انہوں نے قادیانی نیٹ ورک کو توڑنے کے لیے دن رات ایک کر دیا۔

آپ کی ذات پنجابی مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط قلعہ کی طرح تھی، جہاں زمانے کی سرد و گرم ہوا سے حفاظت ہوتی، پنجاب میں خواہ کسی پارٹی کی حکومت ہو، آپ کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی، نہ صرف آپ کا لحاظ کرتی؛ بلکہ آپ سے مشورے لیتی، پنجاب ہی نہیں ملک کی کسی بھی ریاست میں کوئی غلط فیصلہ ہوتا یا مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک اختیار کیا جاتا آپ ہر غلط فیصلے کے خلاف آواز اٹھانے میں پیش پیش رہتے۔ 2014 میں مرکز میں بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد جس طرح میڈیا کے تیور بدل گئے اور وہ جمہوریت کے چوتھے ستون بننے کے بجائے زعفرانی قوتوں کے پیلر بن گئے، اس پر مولانا کی برہمی اور تیور دیکھنے کے لائق ہوتی، وہ ہر پریس کانفرنس میں گودی میڈیا کی جانبداری کو بے نقاب کرتے تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ 2019 میں کورونا کی لہر اور لاک ڈاؤن کے زمانے میں یہی گودی میڈیا تبلیغی جماعت کو لے کر فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش میں لگی تھی، ایسے وقت میں مولانا نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود تڑپتی انسانیت کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا، پنجاب کی گلیاں ہوں یا عام شاہ راہ مولانا نے انسانیت کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا۔ وہ ہندوستانی مسلمانوں کی قیادت و سیاست کیلئے بھی ہمہ وقت فکرمند رہتے تھے، بارہا کہتے تھے کہ مسلمانوں کی موجودہ قیادت پارٹیوں کی مٹھی میں ہے، وہ اپنی مضبوط اور مستحکم قیادت چاہتے تھے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانویؒ اپنے حصے کا کام کر گئے ہیں، اب ہمیں ان کے ہونہار صاحب زادے برادر گرامی حضرت مولانا عثمان رحمانی لدھیانوی دامت برکاتہم شاہی امام پنجاب سے ڈھیر ساری امیدیں اور توقعات وابستہ ہیں، وہ بھی اپنے خانوادے کی طرح جری اور بہادر ہیں، ایک باصلاحیت عالم دین ہونے کے ساتھ ملک کے حالات پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، جس قوت کے ساتھ مولانا کی آواز بلند ہو رہی تھی اور ایوان باطل کو لرزہ کر رہی تھی وہ آواز خاموش نہ ہونے پائے، ہماری یہی کارکردگی مولانا مرحوم کو سچا خراج ہوگا، پروردگار ہمیں حوصلہ دے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

تعصب اور تنگ نظری کے خول سے باہر نکلئے

قاضی مجاھد الاسلام قاسمیؒ

بے یقینی، بے خبری، بے عملی اور تعصب و تنگ نظری کسی بھی فرد، امت اور قوم کے لئے زوال کی بنیاد ہے، بے یقینی یعنی اعتقاد کی کمزوری، بے خبری یعنی اپنے گرد و پیش سے بے خبر رہنا، بے عملی یعنی صحیح سمت میں صحیح اقدام سے گریز، عملی جد و جہد سے فرار اور تعصب و تنگ نظری، یعنی فرد یا جماعت کا اپنے ذاتی اغراض اور گروہی مفادات کو ملی اور اجتماعی مفاد پر ترجیح دینا، حق کو اپنے اندر محدود سمجھنا، اچھے کاموں میں تعاون سے گریز اس لئے کہ یہ کام دوسروں کے ہاتھوں ہو رہا ہے، کسی کام کی مخالفت، اس لئے نہیں کہ وہ غلط ہے، بلکہ اس لئے کہ وہ کسی اور ''بینر'' کے تحت ہو رہا ہے۔

آج کا ہندوستانی مسلم معاشرہ جن نازک اور پیچیدہ حالات سے گزر رہا ہے، وہ روز بہ روز نازک ہوتے جا رہے ہیں، لیکن انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری صفوں میں انتشار بھی روز افزوں ہے، بنیادی طور پر ہم ''بے یقینی'' کا شکار ہیں۔ ''بے خبری'' ہماری امتیازی صفت ہے، گرد و پیش میں کیا ہو رہا ہے، ماحول میں ہمارے خلاف کس کس طرح کی سازشیں رچی جا رہی ہیں کتنی زیر زمین تحریکیں اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں اکھاڑ دینے کے لئے چلائی جا رہی ہیں، ہم ان تمام چیزوں سے بے خبر ہیں اور ہم اس قدر بے حس ہیں کہ اگر خبر ہو بھی تو ہمارے پاس کوئی فکر نہیں، منصوبہ بندی نہیں، عملی جد و جہد نہیں، جو لوگ ذرا حساس ہیں بھی تو وہ اپنی اپنی گروہ بندی اور اپنے اپنے جماعتی حصار کے قیدی ہیں، ملت کے مفاد سے زیادہ انہیں فرد، گروہ اور جماعت کا مفاد عزیز ہے اور پھر یہ تعصب اس قدر بڑھتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف کردار کشی کی مہم شروع کر دیتے ہیں۔

ہمیں پختہ اعتقاد اور اخلاص کی تعلیم دی گئی ہے، فرد ہو، کوئی گروہ یا کوئی جماعت، اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی رضا کو ہی سب کچھ سمجھے اور جو کرے محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کرے، حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فراست مومن کا حوالہ دیا گیا ہے اور ''لایلدغ المؤمن من جحر مرتین'' (مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا) اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمہ دم اپنے گرد و پیش سے باخبر رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کو ہمہ دم حالات پر گہری نظر رکھنی چاہئے اور معاملات میں فراست ایمانی کا ثبوت دینا چاہئے۔

قرآن کریم نے جس طرح عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ پر زور دیا ہے اور خود قرآن نے غزوۂ فکری (فکری اور نظریاتی جہاد) یعنی ''جادلهم بالتی هی احسن'' کی تلقین کی ہے کیا ہمارے لئے اس کی گنجائش ہے کہ اسلام کے خلاف چاروں طرف فکری اور عملی جنگ برپا ہو اور ہم نہ صرف یہ کہ بے حس اور بے عمل رہیں بلکہ آپس کے تنازعات میں الجھ کر اپنی قوتِ عمل اور اپنی صلاحیت کا رخ خود ایک دوسرے کے خلاف استعمال کریں، شخصیتیں برسہا برس میں بنتی ہیں، ان کا اثر و رسوخ ملت کا قیمتی سرمایہ ہے، ہم ان شخصیتوں کی کردار کشی کر کے اپنے ہاتھوں خود اپنی عزت کے ان میناروں کو منہدم کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے ''تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان'' (نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا، گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون نہ کرنا) کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کہیں بھی کسی کے ہاتھوں بھی اگر کوئی کار خیر ہو رہا ہو تو اس کے ساتھ ہمارا ایمانی فریضہ ہے کہ ہم تعاون کریں، تعاون فکری ہو یا عملی اس کا معیار صرف یہ ہے کہ ہم پرکھیں اور جانچیں کہ یہ کام نیکی اور تقویٰ کا ہے یا نہیں، یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم دیکھیں کہ یہ کام کس کے ہاتھوں ہو رہا ہے اور کس کے جھنڈے کے نیچے ہو رہا ہے، ایسا سوچنا انتہائی درجہ کا تعصب اور تنگ نظری ہے جس کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، امت کو کلمہ کی بنیاد پر جمع کیا جانا چاہئے اور کاموں میں تعاون بر و تقویٰ اور خیر کی بنیادوں پر کیا جانا چاہئے، نظریات کے پیمانہ پر بھی حق کو اپنے اندر ایسے امور میں محدود جاننا جو منصوص قطعی نہیں بلکہ محل اختلاف ہو سکتے ہیں اور ان میں دو رائے ہو سکتی ہے بالکل صحیح نہیں۔

یہ انتہائی بدنصیبی ہے کہ ہم کام اسلام کے نام پر کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی واضح تعلیمات سے گریز کرتے ہوئے ایسے ملی کاموں میں تعاون سے لوگوں کو روکتے ہیں جو سراسر خیر ہیں اور محض اس لئے روکتے ہیں کہ وہ کام ان لوگوں کے ہاتھ ہو رہا ہے جو ہمارے ہم مسلک اور ہمارے ہم جماعت نہیں ہیں، یہ صورت حال امت کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔

Scanned with CamScanner

اساتذہ کی اہمیت اور جوابدہی

مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ

استاذ کی حیثیت معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتی ہے، وہ جس قدر صالح، ایماندار، باصلاحیت اور اپنی خدمت میں جوابدہ ہوتے ہیں سماج، اسی قدر صالح اور مضبوط ہوتا ہے ایک قوم اور ایک نسل کی سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی تبدیلی میں سب سے بڑا کردار اساتذہ کا ہوتا ہے، وہ اپنی صلاحیتوں سے نسلوں کی سوچ اور ان کے نظریوں کو بدل ڈالتے ہیں، ان کا میدان کار نباتات، جمادات اور حیوانات نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانوں پر کام کرتے اور مردم ساز کہلاتے ہیں۔

جس طرح ایک شخص پتھر تراش کر ہیرا، لوہے کو آگ کی بھٹی پر تپا کر کندن بناتا اور ایک کسان بنجر زمین پر محنت و عمل کر کے اسے زرخیز اور کاشت کے قابل بناتا ہے، ٹھیک اسی طرح ایک استاد انسانی وجود پر محنت کر کے اسے لائق و فائق، قائد و پیشوا اور سماج و معاشرہ کے لیے مفید اور نفع بخش فرد بنانے کا گراں قدر کارنامہ انجام دیتا ہے، اسی لیے ہر زمانہ میں استاد کی حیثیت مسلم رہی ہے اور وہ احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے رہے ہیں، جس نظام زندگی میں استاد کی اہمیت ہوتی ہے زندگی کا وہ نظام کامیاب ہوتا ہے اور جس مقام پر جا کر استاد اپنی حیثیت، اپنی مسؤلیت اور اپنی جوابدہی بھول جاتے ہیں وہاں سے نسلوں کی تباہی اور قوموں کا زوال شروع ہو جاتا ہے، متحدہ روس میں نامور فلاسفی اور معروف تعلیمی شخصیت غفور آف کی گذری ہے، وہ پورے ملک میں مقبول شخصیت کے مالک انسان تھے، لوگ اہم امور میں ان سے مشورے کرتے تھے، ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے کہا کہ معاشرہ زوال پذیر ہوتا جا رہا ہے، لوگ برباد ہو رہے ہیں، حق تلفیاں عام ہو رہی ہیں، دیکھئے فیکٹریوں کے مالک حضرات غریبوں کے حقوق دباتے ہیں، ان سے محنت زیادہ لیتے اور اجرت کم دیتے ہیں، انہوں نے سن کر بہت اہمیت نہیں دی، صرف کہا کہ اچھا ٹھیک ہو جائے گا، مالدار لوگ ایسا ہی کرتے ہیں، کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے ان سے کہا کہ دیکھئے کیا ہو رہا ہے، مزدوروں نے یونین بنا لی ہے اور وہ سرمایہ داروں کے خلاف متحد ہو رہے ہیں، وہ آؤٹ آف کنٹرول ہو رہے ہیں، ملک تباہ ہو جائے گا انہوں نے اسے بھی اہمیت نہیں دی اور کہا کہ اچھا اندیشہ مت کرو! سب ٹھیک ہو جائے گا، ایسا ہوتا رہتا ہے، اس طرح کے کئی اہم مواقع آئے اور انہوں نے یہی جواب دیا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، ایک مرتبہ ان کے اردگرد بیٹھنے والوں نے کہا: عجب بات ہے، ہر چیز میں آپ کہتے ہیں، گھبرائیں نہیں، کوئی بات نہیں ہے، سب ٹھیک ہو جائے گا، آخر آپ کب مانیں گے اور کہیں گے کہ معاشرہ تباہ ہو رہا ہے، اس پر غفور آف نے جواب میں بڑی اہم بات کہی، وہی جواب مجھے یہاں رقم کرنا تھا، کہا: جب تک پرائمری اسکول کا ٹیچر کرپٹ نہیں ہے اور جب تک ایک استاد ایمانداری سے پڑھا رہا ہوتا ہے اس وقت تک ملک اور معاشرہ کا کچھ نہیں بگڑتا، وہ سالم اور بہتر رہتا ہے، ہمارے ملک کے اساتذہ جوابدہ ہیں، اسی لیے میں کہتا ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ غفور آف صاحب کی یہ بات حقیقت اور سچائی پر مبنی ہے، آج نئی نسلوں کی تباہی، سماج اور ملک میں اخلاقی اقدار کا زوال اور ان کے روح فرسا واقعات کا تجزیہ کیا جائے، مدارس، مکاتب، اسکول، کالج اور پاٹھ شالاؤں کے اساتذہ کی عمومی تدریسی، تربیتی اور تعمیری کدوکاوش کا موازنہ اب سے بیس پچیس سالوں قبل کے تدریسی اور تعلیمی خدمات سے وابستہ شخصیات اور اساتذہ سے کریں تو زمین و آسمان کا فرق پائیں گے، وہ کتابوں کے اوراق کم پڑھاتے تھے؛ لیکن وہ سکھاتے تھے کہ زندگی کیا ہے؟ وہ شاگردوں میں حس اور شعور پیدا کرتے تھے، ان میں اعمال خیر کی صلاحیت اور اس کے لیے قوت ارادی کی روح پھونکتے تھے وہ عنداللہ اور عندالناس مسؤلیت اور جوابدہی کے غیر معمولی احساس کے ساتھ نہ صرف درس گاہوں بلکہ بازروں میں بھی قدم رکھتے تھے، اپنی اہمیت کا ہر وقت انہیں احساس تھا، اپنے پیشہ کے تقدس اور تقاضوں پر ہر وقت ان کی نظر ہوتی تھی، وہ سمجھتے تھے کہ یہ پیغمبرانہ پیشہ ہے، اسی پاکیزہ اور اعلیٰ فکر کی وجہ سے انسانیت کی تعمیر و ترقی کے لیے سخت محنت، جدوجہد، بے لوث اور ہمہ دم مخلصانہ سعی و عمل کو وہ اپنا فرض اور اپنی سعادت سمجھتے تھے "ان اجری الا علی اللــہ" کا نغمہ ان کی زبانوں پر ہوتا تھا، وہ پرعیش اور آرام دہ زندگی کو سم قاتل، فرش نشینی کو سجادہ نشینی اور افلاس و تنگ دستی کو اپنا بیش بہا سرمایہ اور بزرگوں کا ورثہ سمجھتے تھے، وہ گدائی میں شاہی کا مزہ لیتے تھے انہیں بھوک و پیاس میں روحانیت کا عروج اور قلب کی تسکین ملتی تھی۔

خون جگر پینے کو لخت جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے مرزا تیرے دیوانے کو

وہاں تدریسی سہولیات کا فقدان تھا؛ لیکن ان کے سینے میں تلامذہ کی بہتر مستقبل کے ابلتے جذبات تھے، ان کے ذہن و دماغ میں نئی نسلوں کی تعمیر و ترقی اور ان کی اخلاقی نشو و نما کے خاکے اور نقشے بنتے اور ابھرتے رہتے تھے، وہ اپنی فکرمند اور جوابدہ قلم کی کشیدہ لکیروں سے معصوم وجود کو طاقتور اور پاکیزہ مجسم بنانے کا ہنر رکھتے تھے اور وہ انسانیت کے معمار کہلاتے تھے۔ اگرچہ اب بھی بعض اداروں میں بعض اساتذہ شخصیت اور انسانیت سازی کے اعتبار سے لائق صد شکر ہیں ایسے اساتذہ کی سماج میں پذیرائی اب بھی ہے، اور یہی لوگ ناامیدی کے ماحول میں امید کی کرن ہیں، خواہ وہ ابتدائی درجات کے اساتذہ ہوں یا وسطیٰ اور علیا کے سبھی احترام اور عظمت کے مینار ہیں۔ عموماً مسلم شریف، بخاری شریف اور درجات علیا کی کتابیں پڑھانے والے اساتذہ کرام کے تذکرے اور ان کی سوانح عمریاں شوق سے لکھی، پڑھی اور بیان کی جاتی ہیں، لیکن انگلیاں پکڑ کر حروف شناسی کرانے والے مکتب کے معلمین اور بچپن کے اساتذہ کی محنت و شفقت کے تذکرے کم ہوتے ہیں اور ان کی شخصیت کو اجاگر کرنے میں رغبت نہیں ہوتی، حالانکہ یہ وہ اساتذہ ہیں جو ماں باپ سے زیادہ شفیق اور محسن ہوتے ہیں، والدین کی طرح ناک کی ریزش، بدن اور کپڑوں کے میل اور لڑکپن کی عادات و اطوار کو خوش دلی سے جھیل کر معصوم اور نازک تن میں علم و اخلاق کی غیر معمولی قوت منتقل کرتے ہیں، درحقیقت بچپن کے اساتذہ ہی کامیاب زندگی کے معمار ہوتے ہیں، ان اساتذہ کی شفقتیں، ان کے اخلاق و عادات، جذبات و نظریات اور طور و طریقے کے اتنے گہرے اثرات اور نقوش زندگی کے آغاز میں ہی ذہن و دماغ میں پیوست ہو جاتے ہیں جس کا اثر پوری زندگی رہتا اور ہر مشکل موڑ پر رہنمائی کا کام دیتا ہے، اس طرح وہ بچپن کا کبھی نہ بھولنے والا سبق ثابت ہوتا ہے۔

دیکھنے میں لگتا ہے کہ استاد کے سامنے فلاں کتاب رکھی ہوئی ہے جسے وہ تلامذہ کو پڑھا اور بتا رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خاموشی سے اپنی اندرونی کیفیات اور ذہن و دماغ کے پردے پر ابھرنے والے افکار و خیالات بھی تلامذہ کے پیکر خاکی میں منتقل کر رہے ہوتے ہیں۔

سبق پڑھ کر پڑھا دینا ہنر ہے عام لوگوں کا
جو دل سے دل جلا دیتے ہیں وہ استاد ہوتے ہیں

اسی کو اکبرالٰہ آبادی نے کہا تھا کہ فرعون کا بنی اسرائیل کی نسل کشی کے لیے خون بہانا اور قتل عام کا سہارا لینا ناسمجھی کی وجہ سے تھا ورنہ اس کی ضرورت کہاں تھی؟ وہ اس مقصد کے لیے ان بچوں کی تعلیم کے نظام و نصاب میں تبدیلی کر دیتا یہی کافی تھا۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

۲۰۱۳ء کی بات ہے جب میں مدینہ منورہ میں تعلیم و تعلم سے وابستہ تھا ایک دن ایک انجان نمبر سے فون آیا وہ تو بول رہے تھے اردو زبان میں مگر بڑی شکستہ اردو تھی، اصلاً وہ عربی اور ازبک زبان کے جانکار تھے، علیک سلیک کے بعد انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب! میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، آپ کہاں ہیں؟ میں نے انہیں بتایا کہ اتنے بجے مسجد بلال کے پاس فلاں جگہ پر رہوں گا، انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں اسی جگہ آ جاتا ہوں، فلاں رنگ کی فلاں گاڑی پر میں رہوں گا، وقت مقررہ پر میں پہونچ گیا، انہوں نے ہی دور سے مجھے دیکھ لیا اور آواز دی، عربی لباس میں ملبوس، خوبصورت اور وجیہ شخص بڑے تپاک سے آگے بڑھ کر ملے اور کہا مولانا صاحب! گاڑی پر بیٹھ جاؤ، مجھے جھجھک بھی محسوس ہو رہی تھا کہ کیا معاملہ ہے؟ پھر بھی میں ان کی آرام دہ گاڑی پر بیٹھ گیا، وہ مجھے مسجد نبوی شریف صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل طریق احد کے قریب اپنی دکان پر لے گئے، مجھے اکرام و احترام سے بٹھایا، چائے نوشی ہوئی، اس کے بعد کہا مولانا صاحب! میرے دو لڑکے ہیں اور تین بھتیجے، ان کو آپ انگریزی پڑھا دو، میں حیرت میں پڑ گیا، میں نے کہا میں انگریزی پڑھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہوں، فلاں مدرسہ میں میرے کچھ رفقاء ہیں جو باضابطہ انگریزی کے استاد ہیں، میں ان سے کہہ دیتا ہوں وہ پڑھا دیں گے، کہنے لگے میں ان سے اپنے بچوں کو نہیں پڑھاؤں گا، میں ان کو جانتا ہوں، وہ ڈاڑھی کترواتے ہیں، اپنے بچوں کو ایسے استاد سے نہیں پڑھاؤں گا، آپ انگریزی نہیں بھی جانتے ہیں تو بھی میری خواہش ہے کہ آپ ہی پڑھاؤ، اساتذہ کے اثرات طالب علموں پر پڑتے ہیں، میں ان کے دلی جذبات دیکھ کر خاموش ہو گیا، اور انگریزی کی حروف تہجی سے ان کو پڑھانا شروع کیا، آہستہ آہستہ حدیث شریف کی بعض کتابیں بھی انہیں پڑھانے لگا اور الحمدللہ یہ سلسلہ دراز ہوتا رہا تاآں کہ میں مدینہ سے مکمل طور پر ہندوستان لوٹ آیا۔

الغرض بچپن کے اساتذہ اور ایام طفولیت کی یادیں، عادتیں، طریقے اور نشست و برخاست عموماً زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں، شاگرد جوان اور بوڑھا ہو کر بھی اپنے بچپن کے اساتذہ کی خوبیوں اور ان کی تعلیم و تربیت کا فیض پاتا رہتا ہے اور اپنی زندگی کی کامیابی کو ان اساتذہ کی محنتوں، شفقتوں بھری تعلیم و تربیت کا نتیجہ سمجھتا ہے، اسی لیے وقت کے نامور سلاطین و امراء او رفاتحین نے بھی اساتذہ کی قدر کی، ان کے مشورے اور مخلصانہ ہدایات کو اپنے اور اپنی قوم کے لیے کامیابی کا ذریعہ سمجھا اور ان کے وجود کو امن و سلامتی اور نجات کا وسیلہ جانا۔

سکندر اعظم ایک مرتبہ اپنے استاد ارسطو کے ساتھ سفر کر رہا تھا، راہ میں ایک ندی آ گئی، استاد نے کہا چوں کہ میں استاد ہوں تم اسی جانب کھڑے رہو، میں ندی پار کر کے جب دوسری جانب پہونچ جاؤں پھر میرے مشورے سے ندی پار کرنا؛ لیکن سکندر بضد ہو گیا اور اپنے استاد ارسطو سے پہلے ندی عبور کر کے دوسری جانب پہونچ کر استاد کو آواز دی ایسے ایسے آ جائیں، ادھر سے کوئی خطرہ نہیں ہے، استاد بھی ندی پار کر کے دوسری طرف پہونچ گئے، لیکن ناراض ہو کر سکندر سے کہا تم نے میری بات نہیں مانی اس کا تم کو احساس ہے؟ اس پر سکندر اعظم نے جو جواب دیا وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، انہوں نے کہا: "حضور میں حکم عدولی کا سوچ بھی نہیں سکتا، آپ کا تحفظ میرے پیش نظر تھا، اگر سکندر اس دنیا میں رہے گا تو ایک بھی ارسطو تیار نہیں ہوگا اور اگر ارسطو باقی رہے تو ہزاروں سکندر تیار ہوں گے۔

سکندر کے اس تبصرے میں ہمارے سوچنے اور کرنے کے کئی کام ہیں، جن میں ایک خود اساتذہ کے اندر تلامذہ سے ارسطو جیسی محبت پیدا کرنا، دوسرے شاگرد کے اندر اپنی عزیز جان کو بھی خطرہ میں ڈال کر اپنے استاد کی عظمت و تحفظ اور ان کے احترام کا خیال کرنا، تیسری بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ دنیا کے ہر کامیاب انسان کے پیچھے استاد کا عمل دخل ہوتا ہے، بغیر استاد کے کوئی شخص باکمال نہیں بن سکتا۔

حکومتی سطح پر کئی ممالک میں اساتذہ کی اہمیت اجاگر کرنے کی غرض سے یوم اساتذہ منانے کا دستور ضرور ہے، لیکن یہ کام سال میں ایک دن نہیں بلکہ ہر دن اور ہر آن سمجھنے، ماننے اور برتنے کا ہے، مخلص اور فکرمند اساتذہ، جوابدہ معلمین کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کا اہتمام پورے معاشرہ کو کرنا ہوگا، اس کے ساتھ اساتذہ کرام کو بھی خود احتسابی کے ساتھ اپنی خدمت میں مخلصانہ اقدام کرنا ہوگا، تبھی ملکی اور سماجی اقدار کی حفاظت ہوگی اور تب ہی انسانوں کے ہجوم میں انسانوں کی قدر باقی رہے گی، بہر حال معیاری اساتذہ کی تلاش اور ان کی کمی ختم کرنے کی منصوبہ بندی کرنی ہی ہوگی، ان کی ٹریننگ پر اربوں اور کھربوں روپے صرف کرنے کے ساتھ سماجی بیداری اور اس پیشہ کے تقدس و اہمیت بتانے کے لیے عوامی اجلاس اور عمومی بیداری لانے کی پلاننگ کرنی ہوگی ورنہ دنیا اچھے اساتذہ اور مخلصین معلمین کو تیزی سے کھو دیگی، تعلیم گاہیں، ہنر فن اور طریقہ معاش سکھانے کے ادارے تو رہ جائیں لیکن اگر انسانیت سازی کے کارخانے بند ہو جائیں گے تو اخلاق و کردار، امن و سلامتی، اخوت و مروت کے بجائے دنیا بدامنی، بدخلقی، بے مروتی، خودغرضی اور حرص و طمع کی آماجگاہ بن کر رہ جائے گی۔

Scanned with CamScanner

دست قدرت کے حیرت ناک کرشمے

سید قطب شہیدؒ

اس وسیع وعریض کائنات کی ہر چیز میں، خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، اہم ہو یا حقیر ہر چیز کی تخلیق کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد اس کی تقدیر ہے، اور ہر چیز کو اللہ نے اپنا مقصد وجود پورا کرنے کے لئے نہایت ہی آسان طریقہ کارفراہم کردیا ہے۔غرض اللہ کی ہر مخلوق مکمل اور متناسب ہے۔اور ہر چیز اپنا انفرادی فریضہ ادا کرتی ہے۔نیویارک کی سائنسی علوم کی اکیڈمی کے صدر کریسی موریسن اپنی کتاب ''انسان اکیلا نہیں کھڑا'' میں اپنے مشاہدات یوں قلم بند کرتے ہیں۔''پرندوں میں وطن لوٹنے کا ایک ملکہ ہوتا ہے، ایک خاص چڑیا جو دروازوں پر گھونسلے بناتی ہے، خزاں کے موسم میں جنوب کی طرف ہجرت کرجاتی ہے اور اگلے سال بہار میں اپنے اسی مقام کی طرف لوٹ آتی ہے۔ستمبر کے مہینے میں امریکہ کے اکثر پرندے جنوب کی طرف جاتے ہیں اور وہ سمندروں اور صحراؤں پر سے پرواز کرتے ہوئے ہزاروں میل سفر کرتے ہیں اور کبھی اپنا راستہ نہیں بھولتے۔اور پیغام رساں کبوتر پنجرے میں طویل سفر کرتے ہیں اور جب ان کو پیغام پر چھوڑا جاتا ہے تو وہ کچھ دیر کے لئے حیران ہوکر چکر لگاتے ہیں اور اس کے بعد وہ سیدھے اپنے وطن کی طرف پرواز کرتے ہیں اور کبھی راہ نہیں بھٹکتے۔شہد کی مکھی اگر کسی طرف جائے اور اس کے پیچھے نشانات راہ کسی طوفان کی وجہ سے مٹ جائیں تو بھی وہ راہ نہیں بھولتی اور سیدھی چھتے پر آجاتی ہے۔البتہ انسان کے اندر یہ جبلت کمزور ہے اور انسان اس کمی کو اپنے آلات اور عقل کے ذریعہ پوری کردیتا ہے۔باریک کیڑے مکوڑے بھی نہایت ہی چھوٹی اور خوردبینی آنکھیں رکھتے ہیں اور یہ نہایت ہی مکمل آنکھیں ہوتی ہیں۔باز اور عقاب وغیرہ کی آنکھیں دوربین کی طرح ہوتی ہیں، انسانی آنکھ ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔اس کمی کو بھی انسانی عقل و تجربہ نے پورا کیا ہے۔انسان نے ایسی خوردبینیں ایجاد کیں جن کے ذریعے وہ بیکٹر یا اور دوسرے نہ نظر آنے والے کیڑے مکوڑے دیکھتا ہے۔اب ذرا تم اپنے بوڑھے گھوڑے کو راستہ پر چھوڑ دو۔جس قدر اندھیرا بھی ہو وہ راستہ نہ بھولے گا۔وہ سخت تاریکی میں بھی دیکھ سکتا ہے اگر چہ بہت واضح نہ سہی۔وہ راستہ میں اور اس کے دونوں جانب درجہ حرارت کو بھی دیکھ سکتا ہے۔یہ درجہ حرارت اس کی آنکھیں انفراریڈ شعاعوں کے ذریعہ معلوم کرلیتی ہیں۔الو ایک گرم چوہے کو سرد گھاس کے نیچے چلتا پھرتا دیکھ لیتا ہے اگر چہ سخت اندھیرا ہو اور انسانوں نے تو بجلی کے قمقموں کے ذریعہ تاریک رات کو دن بنادیا ہے''۔''شہد کی مکھیوں کی دنیا بھی عجیب ہے۔مکھیاں چھتے میں مختلف قسم کے کمرے بناتی ہیں۔یہ تربیت کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔چھوٹے کمرے کارکنوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور بڑے کمرے مردوں کے لئے اور ملکہ کے لئے خاص کمرے تیار ہوتے ہیں۔یہ ملکہ مکھی جب غیر بارآور انڈہ دیتی ہے تو اسے مردوں کے کمرے میں رکھ دیتی ہے اور جب بارآور انڈہ دیتی ہے تو اسے اس کمرے میں رکھ دیتی ہے جس میں مونث کارکن مکھیاں ہوتی ہیں جو آگے جاکر ملکہ مکھی بننے والی ہوتی ہیں اور وہ کارکن مکھیاں جو مزدور ہوتی ہیں جب وہ ایک طویل عرصہ تک نسل تیار کرنے کا کام کرلیتی ہی تو ان کو بدل دیا جاتا ہے۔یہ کارکن مکھیاں بچوں کے لئے غذا تیار کرنے کا کام بھی کرتی ہیں۔یہ شہد اور پھولوں کو چبا کر ہضم کے قابل بناتی ہیں اور بچوں کے اندر نر اور مادے کا ظہور ہوجاتا ہے تو پھر یہ مذکورہ بالا طریقے سے غذا ہضم کے لئے تیار کرنے کا عمل ترک کردیتی ہیں۔اس کے بعد ان کو شہد اور پھولوں کا بور دیا جاتا ہے اور بچوں میں سے جو مونث اس طریقے سے تربیت پاتی ہیں وہ بعد میں کارکن مکھیاں بن جاتی ہیں''۔جو مونث مکھیاں ملکہ مکھیوں کے حجروں میں ہوتی ہیں، تو ان کو شہد اور پھولوں کے بورے کو ابتدائی طور پر قابل ہضم بنا کر غذا دینے کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے، اور جن مونث مکھیوں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے بعد میں وہ ملکہ مکھن بن جاتی ہیں۔صرف یہ ملکہ ہی ایسے انڈے دیتی ہیں جو پارآور ہوتے ہیں۔اس ٹیکنالوجی کے مطابق جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان کے لئے خاص قسم کے حجروں، ایک خاص قسم کے انڈوں اور ایک خاص قسم کی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔اور غذا کے اندر تبدیلی کا اثر بھی عجیب ہوتا ہے۔اس قسم ٹیکنالوجی کے لئے مکھیوں کو ایک طویل عرصہ تک انتظار کی ضرورت پڑی ہوگی جنہوں نے ان اصولوں کے اندر تمیز کرکے ان کو نافذ کیا ہوگا اور غذا کے اثرات معلوم کیے ہوں گے۔اور ان اثرات کو اجتماعی طور پر نافذ کیا ہوگا جو ان کے وجود کے لئے ضروری ہوگا۔مکھیوں نے جب اجتماعی زندگی کا آغاز کیا ہوگا تب ان کو یہ اصول معلوم ہوئے ہوں گے، کیونکہ مکھی کے وجود اور زندگی کی بقا کے لئے ان اصولوں کی دریافت ضروری نہ تھی۔لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ شہد کی مکھی نے غذا کے اثرات کے سلسلے میں انسان سے زیادہ تحقیق کی ہے''۔مغربی فکر میں ڈوبا ہوا مصنف یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ اللہ نے جب مکھی کو پیدا کیا تو یہ سب کچھ سکھادیا۔ان کے دماغوں پر ڈارون کا فلسفہ ارتقاء ہی بیٹھا ہوا ہے حالانکہ قرآن صاف کہتا ہے **وعلم آدم الاسماء کلها** ''اللہ نے آدم کو تمام نام سکھا دیئے'' اسی طرح اللہ نے مکھی کو بھی تمام بنیادی تعلیم دے دی تھی۔''کتے کو ایک اضافی ناک دی گئی ہے جس کے ذریعہ وہ تمام جانوروں کی بو سونگھ لیتا ہے جو کسی راستے سے گزرے ہوں، انسان کی قوت شامہ کتوں کے مقابلے میں کمزور ہے اور آج تک انسان نے کوئی ایسا آلہ بھی ایجاد نہیں کیا جو اس کی قوت شامہ کو ترقی دے، لیکن ہماری یہ کمزور قوت شامہ بھی اس قدر چھوٹے ذرات کو محسوس کرلیتی ہے جیسے مائیکروسکوپ کے ذریعہ ہی دیکھا جاسکتا ہے۔اکثر حیوانات ایسی آوازیں سن لیتے ہیں جو ہمارے کانوں کے پردوں کے اندر ارتعاش پیدا نہیں کرسکتے، کیونکہ یہ ہماری سماعت کی حد سے بہت ہی دقیق اور باریک ہوتے ہیں۔انسان نے ایسے آلات ایجاد کرلیے ہیں کہ وہ کئی میل دور اڑنے والی مکھی کے پروں کی آواز بھی سن لے، اس طرح کہ گویا وہ اس کے کان کے پردے کے اوپر بیٹھی ہے۔ایسے ہی آلات کے ذریعہ سورج کی شعاعوں کی رفتار کی آواز بھی ریکارڈ کی جارہی ہے''

پانی کے سانپوں کا معاملہ تو بہت ہی عجیب ہے۔ان کا قصہ سالمن مچھلی کے برعکس ہے۔اس مخلوق خدا کی عمر جب پوری ہوتی ہے تو یہ مختلف تالابوں اور دریاؤں سے سفر کرکے گہرے سمندروں کی طرف جاتے ہیں۔اگر یورپ میں ہوں تو یہ ہزاروں میل کا سفر طے کرکے جنوبی برمودا کی گہرائیوں کی طرف چلے جاتے ہیں۔وہاں پھر یہ انڈے دے کر مرجاتے ہیں، اب ان کے جو بچے پیدا ہوجاتے ہیں تو وہ تو صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ نہایت گہرے پانیوں میں ہیں، لیکن یہ بچے اسی راستے سے ساحل کی طرف جاتے ہیں جس طرح ان کی ماں ساحل سے پانی کی طرف آئی تھی اور ساحل سے پھر یہ کسی دریا، یا نہر یا حوض اور تالاب کی طرف چلے جاتے ہیں۔چنانچہ پانیوں کی ہر قسم بحری سانپوں کے لئے موزوں ہوتی ہے۔کیونکہ انہوں نے بڑی بڑی موجیں، طوفان اور سمندری تلاطم دیکھے ہوئے ہیں اور ان کا مقابلہ کیا ہوا ہوتا ہے۔یہ ساحلوں پر چلتے ہیں اور جب یہ مکمل ہوجاتے ہیں تو کوئی خفیہ قانون ان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ پھر واپسی کا سفر کریں اور گہرے سمندروں میں چلے جائیں۔سوال یہ ہے کہ یہ جذبہ ان کے اندر کہاں سے پیدا ہوتا ہے۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی شکاری یا مچھیرے نے یورپی سمندروں میں امریکی بحری سانپ پکڑا ہو، یا کسی امریکی مچھیرے کے جال میں یورپی سانپ آگیا ہو، یورپی بحری سانپ کو چونکہ گہرے سمندروں تک لمبا سفر کرنا پڑتا ہے اسی لئے قدرت نے اسے ایک سال کی لمبی عمر عطا کی۔یا اس سے بھی زیادہ تاکہ وہ مرنے سے قبل اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکے۔کیونکہ یورپی بحری سانپ کو امریکی بحری سانپ سے زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ذرا دیکھو تو سہی کہ کون سے ایٹم اور کیا سالمے ہیں؟ جب بحری سانپ مچھلیوں کی شکل میں جمع ہوئے تو ان کے اندر اس قسم کی قوت ارادی پیدا ہوجاتی ہے جو ایسے دور دراز سفر کراتی ہے؟'' جب مادہ پروانہ ہوا کے دباؤ میں تمہارے کسی روشن دان سے اندر آجاتا ہے تو وہ اپنے نر کو ایک سگنل بھیجتی ہے، چاہے وہ جتنا بھی دور ہو۔بعض اوقات وہ بہت دور ہوتا ہے۔وہ اس اشارے کو وصول کرلیتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔اس کو گمراہ کرنے کی انسان جس قدر کوشش بھی کرے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ غلطی کرے۔کیا ان کے پاس کوئی ریڈیو اسٹیشن ہے یا اس مرد کے پاس کوئی ریڈیو یا مشین ہے جو اس سے سگنل وصول کرتا ہے۔کیا اس کے پاس کوئی ایتھر ہے جس کے ذریعہ وہ ارتعاش پیدا کرتی ہے۔ٹیلی فون اور ریڈیو ہمارے پاس سریع الحرکت مواصلاتی آلات ہیں لیکن یہ تاروں کے ذریعے ایک جگہ کو دوسری جگہ سے منسلک کرتے ہیں۔اس طرح تو یہ پروانہ ہم پر فوقیت رکھتا ہے''۔نباتات اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے کئی چیزوں سے خدمت لیتے ہیں، بغیر ان کے علم وارادہ کے۔مثلاً حشرات پھولوں کا بور اان کے لئے منتقل کرتے ہی، ہوا یہی کام کرتی ہے، وحوش وطیور بھی یہی کام کرتے اور ان کا بورا اور بیج بکھیرتے ہیں۔سب سے آخر میں ان نباتات نے انسان کو بھی اپنے جال میں پھانس لیا۔اس نے فطرت کو حسن بخشا اور فطرت نے اسے اس کا اجر دیا۔لیکن انسان بھی تو کسی حد پر رکنے والا نہیں۔ھل من مزید کا قائل ہے۔اس نے ہل چلایا، بیج بویا، فصل کاٹی، انبار بھرے، پھر اس نے فصلوں کو ترقی دی، شاخ تراشی کی اور خوراک کا بندوبست کیا۔اگر وہ یہ کام چھوڑ دے تو بھوک سے مرجائے اور دنیا سے تہذیب وتمدن کا خاتمہ ہوجائے اور انسانیت پتھر کے دور میں واپس چلی جائے۔'' پانی کے بیشمار جانور مثلاً جھینگا مچھلی کا ایک بازو اگر کٹ جائے تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ضائع ہوگیا ہے، اس کے خلیے اور جینز اس عضو کو دوبارہ بنانا شروع کردیتے ہیں اور جب وہ عضو مکمل ہوجاتا ہے تو خلیے یہ کام بند کردیتے ہیں اور ان کو معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کی ڈیوٹی ختم ہے۔پانی کے وہ کیڑے جن کے کئی پاؤں ہوتے ہیں، جب دو ٹکڑے ہوجائے تو وہ ان میں سے ایک ٹکڑے کی مدد سے اپنے آپ کو مکمل کرلیتا ہے۔اگر تم اس کیڑے کا سر کاٹ دو تو وہ دوسرا سر بنالیتا ہے۔ہم زخموں کو مندمل کرسکتے ہیں لیکن ہمارے سرجن ابھی تک یہ بات نہیں جانتے کہ وہ خلیوں کو متحرک کریں اور وہ ایک نیا بازو بنا ڈالیں یا گوشت پوشت، ناخن اور اعصاب بنادیں، اگر ایسا ممکن ہو۔اور ایک عجوبہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی خلیہ ابتدائی ایام ہی میں دو مکمل حصوں میں تقسیم ہوجائے تو اس سے دو مکمل حیوان تیار ہوجاتے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ توام ہم شکل ہوتے ہیں، اس کی تشریح اس طرح کی جاسکتی ہے کہ حمل کے ابتدائی مرحلہ میں خلیہ منقسم ہوگیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی مرحلے میں خلیہ مکمل فرد ہوتا ہے۔اور اسی طرح ایک فرد بھی ہر خلیہ میں ہوتا ہے۔چوتھی فصل میں یہ شخص کہتا ہے:''مختلف قسم کی مخلوقات میں بعض مخلوقات ایسے کام کرتی ہیں جو دانش مندی کے اعلیٰ مرتبہ کے ہیں۔جن کی کوئی تشریح ہم نہیں کرسکتے۔مثلاً بھڑ، ٹڈے کو شکار کرتی ہے، زمین میں ایک گڑھا کھودتی ہے اور ایک مناسب جگہ اسے دفن کردیتی ہے۔یہ شکار کرتے وقت اس کے ایسے مخصوص مقام پر ڈنگ مارتی ہے کہ وہ بیہوش ہوجاتا ہے لیکن اس کا گوشت صحیح وسالم زندہ رہتا ہے۔اب مادہ بھڑ اس کے قریب ایک متعین مقام پر انڈے دیتی ہے۔اسے شاید یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جب اس کے بچے پیدا ہوں گے تو اس ٹڈے کا گوشت کھائیں گے۔لیکن اسے قتل نہ کریں گے کیونکہ یہ گوشت ان کی غذا ہے اور گوشت خراب ہوکر زہریلا بن جائے۔لازماً بھڑ نے ابتدا سے یہ کام شروع کیا ہوگا اور ہمیشہ وہ اسے دہراتی ہوگی ورنہ دنیا سے بھڑوں کا وجود ہی ختم ہوجاتا۔سائنس کے پاس ایسی کوئی تشریح نہیں ہے کہ وہ بھڑوں کے اس مسلسل فعل کا سبب بیان کرے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ یہ کام بھڑیں محض اتفاق سے کرتی ہیں، کیونکہ مادہ بھڑ تو زمین کے اندر کھودے ہوئے گڑھے کو بھر کر چلی جاتی ہے اور مرجاتی ہے، نہ وہ اس کے اسلاف یہ جانتے تھے کہ وہ ایسا کیوں کررہی ہے۔نہ اسے اس کا علم اور مشاہدہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بچوں کو کیا پیش آنا ہے بلکہ بھڑ کو تو یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ اس کے بعد کوئی چیز آنے والی ایسی ہے جسے وہ اپنا بچہ کہتی ہو، بلکہ اسے یہ تک علم نہیں ہے کہ وہ یہ کام نوع کی حفاظت کے لئے کرتی ہے۔چیونٹیوں میں سے بعض کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ وہ سردیوں کے موسم میں اپنی کالونی کو خوراک مہیا کرنے کے لئے حیوانات جمع کریں۔پھر وہ ایک سٹور قائم کرتی ہیں جہاں یہ خوراک پیس کر رکھی جاتی ہے۔پھر بعض چیونٹیاں ایسی ہوتی ہیں جن کو قدرت نے پیسنے کی جبڑے دیئے ہوتے ہیں۔ان کا کام صرف خوراک کو پیسنا ہوتا ہے۔جب سردیوں کا موسم آتا ہے اور تمام غلہ پیسا جاچکا ہوتا ہے تو اس کی سپلائی یوں ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد کو فائدہ پہنچایا جاسکے تاکہ سپلائی جاری رہ سکے۔اب چونکہ اگلی نسل میں مزید پیسنے والی چیونٹیاں پیدا ہوں گی۔اس لئے چیونٹیوں کی فوج ان پیسنے والیوں پر حملہ آور ہوتی ہے اور ان کو قتل کردیتی ہے۔شاید ان کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے حصے کی خوراک پیسنے کے دوران خالی ہے کیونکہ انہوں نے اس موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھایا ہوگا۔بعض چیونٹیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی جبلت یا ان کی عقل ان کو کھانوں کے باغ بنانے پر آمادہ کرتی ہیں اور یہ چیونٹیاں ابتدائی کیڑوں کو اور پودوں کے چھلکوں پر پائے جانے والے کیڑوں کو گرفتار کرلیتی ہیں۔یہ گویا ان کے لئے گائے اور بکریوں کا کام دیتے ہیں۔ان کیڑوں سے یہ چیونٹیاں ایسا محلول لیتی ہیں جو شہد کی طرح ہوتا ہے اور یہ چیونٹیوں کی خوراک کا کام دیتا ہے۔

چیونٹیاں بعض دوسری چیونٹیوں کو غلام بھی بنالیتی ہیں، اور جب یہ اپنے گھونسلے بناتی ہیں تو یہ پتوں کو مناسب حجم میں کاٹتی ہیں۔جب چیونٹیاں ان پتوں کو ایک طرف سے پکڑ کر اپنے مقام پر رکھتی ہیں تو اس وقت یہ ان بچوں سے بھی کام لیتی ہیں جو ابھی ارتقائی دور میں ہوتے ہیں لیکن ان کے ریشمی مواد سے یہ پتوں کو جوڑتی ہیں، یوں یہ بچہ اپنے لئے گھونسلا بنانے سے محروم رہتا ہے لیکن اپنے بنی نوع کے لئے ایک مفید کام کرچکا ہوتا ہے۔سوال یہ ہے کہ جس ذروں سے چیونٹی بنتی ہے ان ذروں میں یہ کام کرنے کی صلاحیت کس طرح پیدا ہوجاتی ہے۔اس میں شک نہیں ہے کہ ان کا ایک خالق ہے جس نے ان کو اس طرح کرنے کی ہدایت کی'' خواہ وہ بڑی مخلوق ہو یا چھوٹی ہو، اور یہ وہی خالق ہے جو''الاعلیٰ'' ہے۔(ماخوذ فی ظلال القرآن)

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

ابوظہبی میں قدرتی گیس کے نئے ذخائر دریافت

متحدہ عرب امارات کے دارالحکومت ابوظہبی میں 2 ٹریلین مکعب فٹ سے زائد قدرتی گیس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ بین الاقوامی میڈیا رپورٹ کے مطابق ابوظہبی کی نیشنل پیٹرولیم کمپنی ادنوک نے کہا ہے کہ ابوظہبی کے سمندر میں 2 ٹریلین مکعب فٹ سے زیادہ قدرتی گیس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ ابوظہبی نے 2019 کے دوران پیٹرول اور گیس کے ذخائر دریافت کرنے کے لیے جو نئے لائسنس جاری کیے تھے یہ اس کے مسابقتی عمل کا پہلا حصہ ہے۔ (یواین آئی)

یمن میں سعودی اتحاد کے فضائی حملے میں سات حوثی باغی ہلاک

یمن کے صوبہ تعز میں سعودی عرب کے قیادت والے اتحاد کے فضائی حملے میں کم از کم سات حوثی باغی ہلاک ہو گئے ہیں، یہ معلومات فوجی افسر نے جمعرات کو دی ہے۔ مقامی فوجی ذرائع کے مطابق یہ دہشت گرد تعز میں اتحادی فوج کے جنگی طیاروں کے ذریعے حوثی باغیوں کے ٹھکانوں پر کئے گئے فضائی حملے میں مارے گئے ہیں۔

امریکہ نے شام میں انسداد دہشت گردی آپریشن شروع کر دیا

امریکی خصوصی دستوں نے بدھ کو شمال مغربی شام میں انسداد دہشت گردی آپریشن شروع کیا۔ پینٹا گون کے پریس سکریٹری جان کربی نے بدھ کو کہا کہ جوائنٹ سینٹرل کمانڈ کے زیر کنٹرول امریکی اسپیشل آپریشنز فورسز نے بدھ کی شام شمال مغربی شام میں انسداد دہشت گردی کی کارروائی شروع کی اور یہ مشن کامیاب رہا۔ (یواین آئی)

بی ایل اے نے 170 پاکستانی فوجیوں کو مارنے کا دعویٰ کیا

بلوچستان لبریشن آرمی (بی ایل اے) نے جمعہ کو دعویٰ کیا ہے کہ اس نے بلوچستان میں دو الگ الگ حملوں کے دوران تقریباً 170 پاکستانی فوجیوں کو مار گرایا ہے۔ بی ایل اے نے بدھ کو کہا کہ اس نے پنجگور کے علاقے میں فرنٹیئر کور کے کیمپ کو نشانہ بنایا، جواب بھی اس کے کنٹرول میں ہے۔ بی ایل اے کا دعویٰ ہے کہ مجید بریگیڈ کے فدائین نے پنجگور میں آرمی کیمپ کو نشانہ بنایا اور اسے اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ (یواین آئی)

روس اور چین کا مغرب کو سخت پیغام

روسی صدر ولادیمیر پوتن اور چین کے سربراہ شی جن پنگ کی جمعہ کو بیجنگ میں ملاقات کے بعد روس اور چین نے ایک مشترکہ بیان جاری کر کے مغربی ممالک کو سخت پیغام دیا۔ بیان میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ مغربی دفاعی اتحاد نیٹو مزید پھیلاؤ سے گریز کرے۔ روس نے تائیوان کے معاملے پر بھی چین کی مکمل حمایت کی۔ اس بیان میں بالخصوص امریکہ کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ پوتن اور شی نے یورپ اور ایشیا پیسیفک کے خطوں میں امریکی مداخلت کو ناقابل قبول قرار دیا۔ (ڈوئچے ویلے)

برطانوی سیاست تنازعات کے زد میں

برطانوی وزیر اعظم بورس جانسن کی کابینہ میں شامل چار وزراء نے جمعرات کے روز استعفیٰ دے دیا، جنہیں تسلیم کر لیا گیا۔ وزیر اعظم بورس جانسن سے متعلق کورونا لاک ڈاؤن کے دوران نجی سطح پر پارٹیوں کے انعقاد کا اسکینڈل ان دنوں برطانوی سیاست پر چھایا ہوا ہے، اسی تناظر میں جانسن پر کافی دباؤ ہے۔ برطانوی وزیر اعظم بورس جانسن نے بھی اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرنے اور اس میں بہتری لانے کے عزم کا اعلان کیا ہے۔ (ڈوئچے ویلے)

امریکہ نے سعودی عرب کو ہتھیاروں کی فروخت کی منظوری دے دی

امریکی محکمہ دفاع پینٹا گون نے سعودی عرب کو ہتھیاروں کی فروخت کی منظوری دے دی۔ پینٹا گون نے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور اردن کو ہتھیاروں کی فروخت کی منظوری دے دی۔ پینٹا گون سے جاری بیان کے مطابق سعودی عرب کو 23.7 ملین ڈالرز کے جدید دفاعی آلات فروخت کئے جائیں گے، متحدہ عرب امارات امریکہ سے 30 ملین ڈالرز کا ہاک میزائل ڈیفنس سسٹم خریدے گا۔ ہتھیاروں کے فروخت کے 4.21 بلین ڈالرز کے معاہدے کے تحت اردن کو ممکنہ طور پر ایف 16 طیاروں اور اس سے منسلک آلات کی فروخت بھی شامل ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

فلپائن میں کوسٹ گارڈ کے یونیفارم میں حجاب شامل

فلپائن میں کوسٹ گارڈ کی مسلم خواتین اہلکاروں کے مطالبے پر یونیفارم میں اب اسکارف کو بھی باضابطہ طور پر شامل کر لیا گیا ہے۔ عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق فلپائن میں کوسٹ کی خواتین اہلکاروں کے یونیفارم میں تبدیلی کی منظوری دیدی گئی ہے جس میں سر اور سینے کو ڈھانپنے کے لیے اسکارف کو بھی یونیفارم میں شامل کر لیا گیا ہے۔ فلپائن کوسٹ گارڈ میں 200 سے زائد خواتین اہلکار ہیں جو یونیفارم میں حجاب کو شامل کرنے کا مطالبہ کرتی آئی ہیں اور جس کی بنیاد پر کوسٹ گارڈ سروس کے کپتان ایلسمن ایس بروا نے بھی حجاب کو یونیفارم کا حصہ بنانے کا مشورہ دیا تھا۔ فلپائن میں مسلمانوں کی آبادی 6 فیصد ہے اور مجموعی طور پر 1850 مسلمان کوسٹ گارڈ میں ملازمت کرتے ہیں، مسلم کمیونٹی نے کوسٹ گارڈ کی انتظامیہ کے اس فیصلے کو سراہا ہے۔ قبل ازیں پولیس، مسلح افواج اور جیل انتظامیہ نے بھی مسلمان خواتین ملازمین کے لیے حجاب کی اجازت دے دی تھی۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

نائیجیریا میں سڑک حادثہ، 19 افراد ہلاک

نائجیریا کی ریاست یوبے میں جمعرات کو دو کمرشیل گاڑیوں کے درمیان تصادم میں 19 افراد ہلاک ہو گئے۔ مقامی پولیس کے ترجمان ڈُنگاس عبدالکریم نے ایک بیان میں کہا کہ دونوں گاڑیوں کی آمنے سامنے کی ٹکر اتنی شدید تھی کہ متاثرین موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ (یواین آئی)

تعلیم و روزگار

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ڈاکٹر عفانہ ریاض سی وی رمن ینگ سائنس داں ایوارڈ 2021 سے سرفراز

جامعہ ملیہ اسلامیہ کو مٹیریلس کیمسٹری کے شعبے کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر عفانہ ریاض کو شعبہ کیمیا میں ان کی اہم خدمات کے لیے ''سی وی رمن سائنس داں ایوارڈ 2021'' سے سرفراز کیا گیا۔ یہ اطلاع جامعہ ملیہ کی جاری کردہ ایک ریلیز میں دی گئی ہے ریلیز کے مطابق انعام کے حصے کے طور پر انھیں پچیس ہزار کی رقم بھی دی جائے گی واضح رہے کہ انھیں یہ ایوارڈ ایس ٹی پیٹرس انسٹی ٹیوٹ آف ہائر ایجوکیشن اینڈ رسرچ اوادی چنئی کی جانب سے دیا گیا ہے۔ ادارے کی جانب سے منعقد ہونے والی بارہویں جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر یہ ایوارڈ اور توصیف نامہ دیا جائے گا۔ ڈاکٹر عفانہ ریاض نے کنڈکٹنگ پولی مرس کے شعبہ میں ایک سو چالیس سے اوپر تحقیقی مقالات چھپے ہیں اس کے علاوہ انھوں نے اشتراک میں تین کتابیں تصنیف کی ہیں اور مختلف کتابوں میں پچیس ابواب تحریر کیے ہیں۔ ان کے تحقیقی مقالات اور مضامین دنیا کے انتہائی مؤقر رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں ڈاکٹر عفانہ ریاض نیشنل اکیڈمی آف سائنسز (این اے ایس آئی) الہ آباد، انٹرنیشنل یونین آف پیور اینڈ اپلائیڈ کیمسٹری (آئی یو پی اے سی) اور رائل سوسائٹی آف کیمسٹری (آر ایس سی) جیسے اہم اور ممتاز اداروں کی رکن ہیں۔ انھیں حال ہی میں سینٹر فار پروفیشنل ایڈوانسمنٹ اینڈ کنٹی نوئنگ ایجوکیشن (سی پی اے سی ای) کی جانب سے انٹرنیشنل رسرچ ایکسیلینس ایوارڈ ان گرین کیمسٹری، انوائرومنٹل اینڈ سوشل ڈولپمنٹ ایسوسی ایشن (ای ایس ڈے اے) کا سینئر سائنس داں ایوارڈ، نیشنل انورائمنٹل سائنس اکیڈمی (این ای ایس اے) کا گرین ٹکنالوجی انوویشن ایوارڈ، انٹرنیشنل ملٹی ڈسپلینری رسرچ فاؤنڈیشن (آئی ایم آر ایف) کی جانب سے مٹریلس کیمسٹری میں نیشنل ایجوکیشن ایکسیلنس ایوارڈ اور ناول رسرچ فاؤنڈیشن (این آر ایف) کی طرف سے آؤٹ اسٹینڈنگ پرفارمینس ایوارڈ مل چکے ہیں۔ (یواین آئی)

کرپٹو کرنسی (Cryptocurrency) پر 28 فیصدی GST لگائے گی حکومت

مرکزی حکومت نے بجٹ 2022 میں کرپٹو کرنسی (Cryptocurrency) پر ٹیکس کا اعلان کیا ہے۔ اب اس کے جی ایس ٹی کے دائرے میں آنے کی چرچا بھی شروع ہو گئی ہے۔ دراصل یہ چرچا اس لیے شروع ہوئی ہے کہ کیونکہ حکومت نے کرپٹو کرنسی کو گھڑ دوڑ اور لاٹری کے زمرے میں رکھا ہے، فی الحال پرائیویٹ لاٹریوں (Lottery) اور گھڑ دوڑ (Horse Racing) پر 28 فیصد جی ایس ٹی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے حکومت کرپٹو کرنسی پر 28 فیصد جی ایس ٹی بھی وصول کر سکتی ہے۔ حالانکہ حکومت کی طرف سے جی ایس ٹی کے حوالے سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں آئی ہے۔ حکومت نے کرپٹو کو ایک اثاثہ سمجھتے ہوئے 30 فیصد انکم ٹیکس نافذ کر دیا ہے۔ کرپٹو کی تعریف ورچوئل ڈیجیٹل ایسیٹس (Virtual Digital Assets) کے طور پر کی گئی ہے۔ اس میں نہ تو کرپٹو کو سکیورٹی (Security) مانا گیا ہے اور نہ ہی روپئے (Money) کی پہچان دی گئی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر اسے سکیورٹیز کا درجہ نہ دیا گیا تو کرپٹو کی خرید و فروخت پر بھی جی ایس ٹی عائد ہو جائے گی، اس میں کوئی شک نہیں۔ انکم ٹیکس ایکٹ 1961 کے تحت کسی بھی ذریعے سے موصول ہونے والی آمدنی، جس کا ذکر کر کے دائرے کے زمرے میں نہیں کیا گیا ہے۔ وہیں کسی بھی سروس کی فراہمی پر کوئی خاص چھوٹ نہیں دی گئی ہے تو اس پر جی ایس ٹی لاگو ہوگا۔ چونکہ کرپٹو کرنسی کے لیے ایسی کوئی چھوٹ نہیں ہے تو یہ بھی جی ایس ٹی کے تحت آ سکتی ہے۔ جی ایس ٹی کے سیکشن (75)2 کے مطابق پیسے کا مطلب ہے ہندوستانی قانونی کرنسی (Indian Legal Currency) یا فیما ایکٹ کے تحت آنے والی غیر ملکی کرنسی سے ہے۔ زیادہ تر ورچوئل کرنسیاں اس دائرے میں نہیں آتیں، اس لیے انہیں پیسہ (Money) نہیں سمجھا جا سکتا۔ (ایجنسی)

مرکزی حکومت نے اسکول کھولنے کے گائڈ لائن میں اہم تبدیلیاں کیں۔

مرکزی حکومت نے اسکولوں کو کھولنے کے گائڈ لائن میں اہم تبدیلیاں کی ہیں۔ مرکزی حکومت کی طرف سے 2 فروری کو ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں (UTs) کو جاری کردہ نئے گائڈ لائن میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی سطح پر فیصلہ کریں کہ تعلیمی ادارے کھولنے کے لیے بچوں کے والدین کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں۔ دراصل مرکزی حکومت کی طرف سے پہلے سے جاری کردہ حکم کے مطابق، تعلیمی ادارے کھولنے کے لیے والدین کی رضامندی ضروری تھی۔ لیکن نئی ہدایات میں یہ فیصلہ اب ریاستی حکومت پر چھوڑ دیا گیا ہے، اب ریاستی حکومتیں فیصلہ کریں گی کہ رضامندی لینا ہے یا نہیں۔ تاہم نئے گائڈ لائن میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر ریاست یا مرکز کے زیر انتظام علاقہ رضامندی طلب کرے تو والدین کو اپنی رضامندی دینی چاہیے۔ محکمہ اسکول ایجوکیشن اینڈ لٹریسی، وزارت تعلیم کی طرف سے جاری کردہ رہنما خطوط میں بھی بچوں کی شناخت، ان کے سیکھنے کی سطح کی بنیاد پر کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ تاکہ اساتذہ ان طلبہ پر توجہ مرکوز کر سکیں جنہیں اضافی مدد کی ضرورت ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ کووڈ کے معاملات میں اضافے کی وجہ سے کئی ریاستوں نے اپنے اسکول اور کالج بند کر دیے تھے۔ لیکن اب کورونا کے معاملات میں بھی کمی آئی ہے، جس کی وجہ سے کئی ریاستوں نے اسکول دوبارہ کھولے ہیں اور آف لائن کلاسز شروع کر دی ہیں، جبکہ بہار سمیت کئی ریاستیں ایسی بھی ہیں، جہاں ابھی تک سکول نہیں کھولے گئے۔ (ایجنسی)

UPSC نے سول سروس امتحان کا فارم جاری کیا، 22 فروری درخواست دینے کی آخری تاریخ

یونین پبلک سروس کمیشن (UPSC) کے سول سروسز پریلیم امتحان (Civil Services Prelims Exam-2022) کے لیے درخواست کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ وہ طلبہ جو (UPSC CSE-2022) کا امتحان دینا چاہتے ہیں وہ نوٹیفکیشن پڑھنے کے لیے UPSC کی آفیشل ویب سائٹ پر جا سکتے ہیں اور درخواست فارم بھی بھر سکتے ہیں۔ یونین پبلک سروس کمیشن کے مطابق، (IAS-2022) کے درخواست فارم کو بھرنے کی آخری تاریخ 22 فروری ہے۔ امتحان 5 جون 2022 کو منعقد ہوگا۔ درخواست فارم کو دو حصوں میں بھرنا پڑتا ہے۔ پہلا حصہ رجسٹریشن کا ہے اور دوسرا حصہ درخواست فارم کو بھرنے کا ہے۔ درخواست دینے کے لیے یو پی ایس سی (UPSC) کی آفیشل ویب سائٹ upsconline.nic.in پر جائیں۔ (ایجنسی)

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

وقت کی پابندی، کام کے تئیں ایمانداری اور ادارے سے وفاداری کامیاب ملازمت کی بنیاد: مولانا سہیل احمد ندوی

مولانا سجاد میموریل اسپتال امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کے مینجمنٹ، ڈاکٹرز و کارکنان نے اسپتال کے قدیم اور سینئر اکاؤنٹنٹ جناب معین الدین صاحب کو ان کی اسپتال سے رخصت ہونے پر الوداعیہ دیا، الوداعی تقریب کی صدارت اسپتال کے سکریٹری جناب مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نے کی۔ جناب معین الدین صاحب نے اس الوداعی تقریب میں مینجمنٹ، کارکنان اور ڈاکٹرز کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اسپتال میں بہت بہتر وقت گزارا اور یہاں رہ کر خدمت کرنا ان کی زندگی کا بہترین سرمایہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی کے 52 سال مختلف اداروں کی خدمت میں گزارے، میں خوش قسمت ہوں کہ زندگی کے آخری چوبیس سال مجھے مولانا سجاد میموریل اسپتال کی خدمت کرنے کا زریں موقع ملا، اسپتال کی خدمت میں جو اطمینان اور سکون مجھے ملا، وہ کہیں اور نہیں ملا۔ انہوں نے کہا کہ جس ادارے کے کارکنان میں چار صفات ہوں، اس کو ترقی سے کوئی نہیں روک سکتا، پہلی چیز ہے وقت کی پابندی، دوسری صفت دیانتداری، تیسرا وصف ادارے کے ضابطوں کی پابندی اور چوتھی خصوصیت ہمدردی اور غمگساری، اس لیے آپ حضرات اسی جذبہ کے ساتھ امارت شرعیہ کے اس اسپتال کی خدمت کرتے رہیں۔

اسپتال کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نے صدارتی کلمات میں جناب معین الدین صاحب کی خوبیوں اور اچھائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ جناب معین الدین صاحب نے وقت کی پابندی، کام کے تئیں ایمانداری اور ادارے سے وفاداری کے ساتھ اپنی ملازمت پوری کی اور آج وہ اپنی مرضی سے ادارہ سے رخصت ہو رہے ہیں، یہ تین صفات کسی بھی کامیاب ملازمت کے بنیادی عناصر ہیں، جس ادارہ کے ملازمین میں یہ صفات ہوں گی وہ ادارہ مضبوط اور مستحکم رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب اس اسپتال کو جس معیار پر دیکھنا چاہتے ہیں وہ اسی وقت ممکن ہے، جب ہم سب پوری مستعدی، اخلاص و دیانتداری، وقت اور ضابطے کی پابندی کے جذبے کے ساتھ کام کریں گے۔ اس موقع سے جناب ڈاکٹر نظیر احمد خان، جناب فیاض اقبال صاحب ایڈمنسٹریٹر، جناب اعجاز احمد صاحب بڑا بابو، جناب سید اصغر علی صاحب، قدیم کارکن جناب ایس ایم شمیم صاحب نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ کارکنان نے معین الدین صاحب کی خدمت میں شال، نقد تحفہ، گلدستہ، شیرینی، کپڑا اور دیگر تحائف پیش کر کے ان سے اپنی محبت اور تعلق کا اظہار کیا۔ جناب معین الدین صاحب نے تمام کارکنان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کام کر کے بہت اچھا لگا، آپ کے ساتھ گزارے گئے حسین ایام ہمیشہ یاد رہیں گے اور میں تاحیات آپ حضرات کے رابطے میں رہوں گا۔

اس الوداعی تقریب میں ہمایوں اشرف، ڈاکٹر ناہید فاطمہ، نہاں کوثر، عبد الرحمٰن، خبیب رضوی، افسانہ خاتون، رضیہ سلطانہ، وندنا کماری، کمال یوسف، انتخاب عالم، منور حسین، رینا سنہا، شیبا آفرین وغیرہ کے علاوہ اسپتال کے دیگر اسٹاف موجود تھے۔

انسان ہی واحد مخلوق ہے جس کے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے

اسلامک فقہ اکیڈمی کے زیر اہتمام مورخہ ۲۷رجمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ مطابق ۳۱رجنوری ۲۰۲۲ء کو المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں ''حقوق انسانی کی تنظیمیں اور ہندوستان کی اقلیتیں۔ایک تجزیہ'' کے عنوان پر ایک خصوصی نشست منعقد ہوئی، جس میں محاضر کی حیثیت سے جماعت اسلامی ہند، بہار کے امیر مولانا رضوان احمد اصلاحی تشریف لائے۔

محاضرہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے سب سے پہلے بنیادی انسانی حقوق کے بارے میں بتایا پھر چند تنظیموں کا نام پیش کر کے موجودہ اقلیتوں کا صورت حال کا جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا: انسان ہی واحد مخلوق ہے جس کے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے؛ کیونکہ اس نے اپنوں پر جتنا ظلم کیا ہے اتنا کسی نے نہیں کیا۔ صرف دوسری جنگ عظیم میں انسانوں نے انسان کا جتنا نقصان کیا اتنا کسی درندہ نے اب تک نقصان نہیں پہنچایا۔ اقوام متحدہ سے لے کر بھارت کے آئین تک میں جو اقلیتوں کی بات کہی گئی ہے وہ سب اسلامی قانون سے ماخوذ ہے۔

حقوق انسانی کی تنظیموں کے بارے میں بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ سرکاری و غیر سرکاری، انٹرنیشنل اور ملکی بھی ہوتے ہیں، اس وقت ان میں سرفہرست ''اقوام متحدہ'' ہے، جس کے مقاصد میں حقوق انسانی کا تحفظ بھی ہے جیسا کہ اس کی دفعہ: ۵۵رمیں اس کی صراحت ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ۱۵رتنظیموں کے نام شمار فرمائے اور یہ بھی بتایا کہ اس وقت مسلمانوں کی باقاعدہ ایسی کوئی تنظیم نظر نہیں آتی ہے۔

ہندوستان میں اقلیتوں کا صورتحال یہ ہے کہ دستور ہند ہی سے رفتہ رفتہ اقلیتوں کے حقوق سلب کئے جا رہے ہیں۔ اقلیتوں، دلتوں اور کمزور طبقات پر اونچی ذات والوں کی طرف سے مسلسل حملے ہو رہے ہیں اور حفاظتی دستہ تماشائی بنا ہوا ہے۔ ایک لاکھ ستر ہزار لوگ انصاف کی قیمت نہ ادا کر سکنے کی وجہ سے جیلوں میں بند ہیں، جن میں اکثر مسلمان ہیں۔

آخیر میں انہوں نے تمام سامعین کو حقوق انسانی کی حفاظت کے لئے پیش قدمی کرنے کا مشورہ دیا؛ کیونکہ ہم خیر امت ہیں، اور یہ ہماری ذمہ داری ہے، صرف اپنے طور پر عبادت کر لینا کافی نہیں ہے؛ کیونکہ اسلام نے انسانی برادری کا جو نقشہ کھینچا ہے اگر اس پر عمل ہونے لگے تو دنیا جنت نشاں بن جائے گی۔ ''تعاون علی البر'' یہ ایک عالمی اصول ہے۔ اس نشست میں المعہد العالی کے اساتذہ کے علاوہ معہد اور امارت شرعیہ کے زیر تربیت فضلا بھی شریک رہے۔ مجلس کا اختتام مولانا اصلاحی صاحب کی دعا پر ہوا۔ (رپورٹ مفتی روح الامین قاسمی)

امارت شرعیہ کی بقاء و تحفظ ہم سب کی ذمہ داریوں کا حصہ ہے: علماء کرام

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے علماء کرام نے حالیہ دنوں ضلع نالندہ کا دورہ کیا، وفد میں جناب مولانا محمد نصیر الدین مظاہری، جناب قاضی منصور عالم قاسمی مولانا فیاض قاسمی، حافظ شہاب الدین صاحب وغیرہ شامل تھے، ضلع کے انڈھوس مولانا ڈیہہ، ایکنگر سرائے، ہلسہ، اسلام پور، امیر گنج، بقرہ، موسے پور جھالر، سیلاؤ، کڑاہ، گریک جلال پور پنہسہ شریف وغیرہ کا دورہ کیا۔ پنہسہ جامع مسجد میں جناب مولانا محمد نصیر الدین مظاہری نے فرمایا امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ ملت کا عظیم سرمایہ ہے، اس کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے، آج ہم بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد نور اللہ مرقدہ کے آبائی وطن عزیز پنہسہ شریف حاضر ہو کر خوشی محسوس کر رہے ہیں، اسی گاؤں کی عظیم بزرگ شخصیت حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد نور اللہ مرقدہ نے امارت شرعیہ کی بنیاد کلمہ واحدہ کے تقاضوں کی روشنی میں ایک امت اور ایک جماعت بن کر قانون شریعت کی حفاظت کے عزم کے ساتھ ڈالی، ہم سب اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں، ہم آپس میں جماعتی گروہی فکری وابستگیوں سے بالاتر ہو کر کلمہ طیبہ کی بنیاد پر متحد ہو جائیں۔ ان شاء اللہ کوئی طاقت اس میں مداخلت نہیں کرے گی اگر ہم آپس میں تقسیم ہو گئے، تو یاد رہے ہمیں زوال سے کوئی نہیں بچا سکتا ہے، امارت شرعیہ کا پیغام یہی ہے، الحمد للہ امارت شرعیہ ایک امیر کی ماتحتی میں انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے، امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم اور ہدایت کے مطابق کام انجام دے رہا ہے۔ 73 دار القضا، 05 اسکول، 05 ٹکنیکل ادارے، مولانا سجاد میموریل اسپتال، سو سے زیادہ مکاتب، عظیم دینی و تعلیمی ادارہ دار العلوم الاسلامیہ، المعہد العالی کے ذریعہ دینی تعلیمی خدمات میں مصروف ہے موجودہ امیر شریعت مدظلہ کا عزم ہے کہ ہر ضلع میں امارت پبلک اسکول اور ہر بلاک و پنچایت میں مکاتب کا نظام قائم کیا جائے۔ قاضی منصور قاسمی صاحب نے فرمایا ہم مسلمان ہیں ہمارا ہر کام اسلامی طریقے کے مطابق ہو، اپنے رشتے کو دار القضاء سے مربوط بنائیں آپس میں اتحاد کے ساتھ زندگی گذاریں جب ہم شریعت و سنت کے مطابق اپنے کاموں کو انجام دیں گے تو رب کریم خوش ہوں گے اگر شریعت کے خلاف عمل کریں گے تو اللہ ناراض ہوں گے ہم اپنے بچوں کو ڈاکٹر انجینئر پروفیسر بنائیں، لیکن پہلے اسلامی تعلیمات سکھائیں، ان شاء اللہ بچہ جہاں اور جس مقام پر ہوگا، کامیاب ہوگا، اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ حافظ شہاب الدین اور مولانا فیاض قاسمی نے مختلف جگہوں پر امارت شرعیہ کا تعارف پیش کیا۔

بوکارو میں دار القضا امارت شرعیہ کے لئے زمین کی حصول یابی: محمد کلیم اللہ مظہر قاسمی

امارت شرعیہ بوکارو کا قیام ۲۰/ مارچ ۲۰۱۷ء کو حضرت امیر شریعت سابع حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمہ اللہ کی ایماء پر حضرت الحاج نعیم اختر رحمانی صاحب خلیفہ حضرت امیر شریعت سابعؒ کے مکان میں عمل میں آیا الحمد للہ کار قضا کے ساتھ امارت شرعیہ کی اپنی زمین کی حصول یابی کی کوششیں بھی جاری رہیں، اسی درمیان ایک صاحب خیر جناب الحاج خیر الدین صاحب نے دار القضاء امارت شرعیہ بوکارو کے لیے چار ڈسمل زمین غوث نگر مخدوم پور بوکارو میں وقف کی، الحمد للہ آج بفضلہٖ تعالیٰ اس زمین کی رجسٹری کا کام حضرت امیر شریعت مولانا سید محمد احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت کے مطابق مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ کے توسط سے مکمل ہوا، رجسٹری کے سلسلے میں حضرت مولانا انظار عالم قاسمی صاحب قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ پٹنہ، مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ کی خاص توجہ اور مرکزی دفتر سے برائے معائنہ منتخب افراد حضرت مفتی انور صاحب قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ رانچی، مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ پٹنہ کی مثبت رپورٹ اور ذمہ داران کو پر اعتماد کرنے کے بعد بآسانی حل ہوا، مقامی طور پہ حضرت الحاج نعیم اختر رحمانی صاحب خلیفہ حضرت امیر شریعت سابعؒ، مولانا محمد طاہر حسین ندوی صاحب معاون قاضی دار القضاء امارت شرعیہ بوکارو کی فکرمندی اور عملی تعاون سے بڑی آسانی سے مکمل ہو گیا، یہ اطلاع قاضی شریعت بوکارو مولانا محمد کلیم اللہ مظہر قاسمی صاحب نے دی، انہوں نے مزید کہا کہ مولانا شبیر احمد صاحب اسلام پور مولانا سہیل قاسمی چاس اور وہ تمام احباب جنہوں نے بھی گاہے بگاہے تعاون کیا ہم امارت شرعیہ کی جانب سے ان تمام احباب کے شکر گزار ہیں اور آئندہ دار القضا کی تعمیراتی کام کی بآسانی تکمیل ہو اس کے لیے آپ حضرات دعاء بھی فرمائیں۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

Scanned with CamScanner

مودی کی پالیسیوں کی وجہ سے چین اور پاکستان باہم قریب تر ہو رہے ہیں: راہل گاندھی

کانگریس رہنما راہل گاندھی کے ایک بیان پر جہاں بھارت میں بحث ہو رہی ہے تو وہیں امریکہ نے اس کی توثیق سے انکار کر دیا ہے، راہل گاندھی کے مطابق آر ایس ایس اور بی جے پی بھارت کی بنیادوں کو کمزور کر رہے ہیں، بھارت میں حزب اختلاف کی جماعت کانگریس پارٹی کے رہنما راہل گاندھی نے وزیر اعظم نریندر مودی کی حکومت پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ مودی بھارت کو کمزور کرنے کے ساتھ ساتھ ملک کو ''بہت بڑے خطرے'' میں بھی ڈال رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ مودی حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے ہی چین اور پاکستان ایک دوسرے کے قریب تر ہو گئے ہیں۔حکمران جماعت بی جے پی اور وزیر اعظم نریندر مودی کی حکومت کے کئی وزراء نے راہل گاندھی کے اس بیان پر کڑی نکتہ چینی کی ہے اور وہ مودی حکومت کے دفاع میں لگ گئے ہیں۔ دوسری طرف اس حوالے سے ملک میں ایک نئی بحث بھی چھڑ گئی ہے۔ راہل گاندھی نے بدھ کے روز بجٹ اجلاس کے دوران پارلیمان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نریندر مودی کی حکومت نے ملک کو بہت کمزور کر دیا ہے اور یوں پاکستان اور چین ایک ساتھ ہو گئے ہیں، جو بھارتی عوام کے ساتھ سب سے بڑا جرم ہے۔ انہوں نے سخت گیر ہندو تنظیموں اور ہندو قوم پسند حکمران جماعت پر تنقید کرتے ہوئے کہا: ''آر ایس ایس اور بی جے پی ہمارے ملک کی بنیادوں سے کھیل رہے ہیں اور اس طرح وہ ان بنیادوں کو کھوکھلا کرتے جا رہے ہیں۔ وہ ہمارے اپنے ہی عوام کے درمیان رشتوں کو بھی کمزور کر رہے ہیں۔'' ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر گاندھی کہا: ''انہوں نے اس بات کو یقینی بنا کر ملک کو مزید کمزور کر دیا ہے کہ ایک بھی نوجوان کو کام نہ مل سکے۔ لہٰذا 15 برس پہلے کے مقابلے میں آج کا بھارت بہت ہی کمزور ہے۔ راہل گاندھی کا مزید کہنا تھا کہ آخر آج یہ کیا ہو رہا ہے کہ بھارت مکمل طور پر الگ تھلگ ہو چکا ہے؛ ہم سری لنکا، نیپال، میانمار، پاکستان، افغانستان اور چین، ہر جانب سے گھرے ہوئے ہیں اور ہمارے مخالفین ہماری اس پوزیشن کو سمجھتے ہیں۔

راہل گاندھی کے اس بیان پر جب ہنگامہ شروع ہوا، تو انہوں نے کہا کہ انہیں بولنے سے نہ روکا جائے، ان کا مزید کہنا تھا: ''چین کے پاس ایک واضح نظریہ ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں، جبکہ بھارتی خارجہ پالیسی کا سب سے بڑا اور واحد اسٹریٹیجک ہدف پاکستان اور چین کو الگ رکھنا ہے، یہ تو بھارت کے لیے بنیادی بات ہے، لیکن آپ نے کیا کیا ہے؟ آپ نے تو انہیں ایک ساتھ جمع کر دیا ہے، کسی وہم میں مت رہیے، آپ کے سامنے جو قوت کھڑی ہے، اسے کم نہ سمجھیں، آپ نے تو پاکستان اور چین کو اکٹھا کر دیا ہے، یہ سب سے بڑا جرم ہے جو آپ نے بھارتی عوام کے خلاف کیا ہے۔'' ان کا کہنا تھا: ''ہمیں جس چیز کا سامنا ہے، اسے کم نہ سمجھیں، یہ بھارتی قوم کے لیے بہت سنگین خطرہ ہے۔ ہم نے جموں و کشمیر میں بہت بڑی اسٹریٹیجک غلطیاں کی ہیں اور اپنی خارجہ پالیسی میں بھی بڑی اسٹریٹیجک غلطیاں کی ہیں۔

بی جے پی کے بیشتر رہنماؤں اور مودی حکومت کے بیشتر وزراء نے اس بیان کے باعث راہل گاندھی کو نشانہ بنایا۔ وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے تو پاکستان اور چین کی باہمی قربت کا الزام کانگریس پر عائد کیا اور کہا کہ راہل گاندھی نے پارلیمان میں الزام لگایا کہ اس حکومت نے پاکستان اور چین کو ایک ساتھ لا کر کھڑا کر دیا ہے، تاریخ کے کچھ اسباق کو اگر ترتیب دیا جائے، تو وہ اس طرح ہیں: 1963 میں پاکستان نے غیر قانونی طور پر وادی شکسگام کو چین کے حوالے کر دیا۔ چین نے 1970 کی دہائی میں پاکستان کے زیر انتظام کشمیر میں قراقرم ہائی وے کی تعمیر کی، پاکستان اور چین کے درمیان جوہری امور پر بھی تعاون ستر کے عشرے میں شروع ہوا، جب کانگریس کی حکومت تھی، 2013 میں ہی چین اور پاکستان کے درمیان اقتصادی راہداری کا آغاز ہوا، تو اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا اس وقت چین اور پاکستان ایک دوسرے سے دور تھے؟''

دوسری طرف امریکہ میں اس حوالے سے ملکی وزارت خارجہ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا مودی حکومت کی غیر مؤثر خارجہ پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان اور چین بہت قریب آ گئے ہیں؟ کیا امریکی وزارت خارجہ بھی راہل گاندھی کی سوچ سے متفق ہے؟ اس پر امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان نیڈ پرائس نے کہا: ''میں اس بات کو پاکستان اور عوامی جمہوریہ چین پر چھوڑوں گا کہ اپنے باہمی تعلقات کے بارے میں وہ خود بات کریں۔ یقیناً میں راہل گاندھی کے ریمارکس کی توثیق نہیں کروں گا۔'' ایک اور سوال کے جواب میں نیڈ پرائس نے کہا کہ پاکستان امریکہ کا ایک اہم اسٹریٹیجک پارٹنر ملک ہے۔ اسلام آباد حکومت کے ساتھ ہمارا ایک اہم رشتہ ہے، اور یہ ایک ایسا رشتہ ہے جسے ہم کئی محاذوں پر بڑی اہمیت دیتے ہیں۔'' **(بحوالہ ڈوئچے ویلے جرمنی)**

یوکرین روس تنازع: یوکرین کے بحران سے چین کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟

یوکرین پر امریکہ اور روس کے درمیان لفظوں کی جنگ شدید ہوتی جا رہی ہے اور ایسے میں بین الاقوامی سطح پر ایک اہم کھلاڑی چین نے بھی اس بارے میں سخت گفتگو کی ہے۔ حالیہ دنوں میں بیجنگ نے دونوں فریقوں کو پرسکون رہنے اور سرد جنگ کی ذہنیت ختم کرنے پر زور دیا ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا ہے کہ وہ ماسکو کے خدشات کی حمایت کرتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس معاملے پر چین اپنے دیرینہ اتحادی اور سابق کمیونسٹ کامریڈ روس کا ساتھ دے گا۔ تاہم یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ چین کے اس رویے کی طویل تاریخ ہے۔ گذشتہ ہفتے چین کے وزیر خارجہ وانگ یی نے روس کے سکیورٹی خدشات کو ''جائز'' قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ ''اُنھیں سنجیدگی سے لیا جانا چاہیے۔''

چند دنوں قبل اقوام متحدہ میں چین کے سفیر ژانگ جون نے کہا ہے کہ چین امریکہ کے ان دعوؤں سے بالکل متفق نہیں ہے کہ روس بین الاقوامی امن کے لیے خطرہ ہے۔ انھوں نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس بلانے پر بھی امریکہ کو تنقید کا نشانہ بنایا اور اسے ''میگافون ڈپلومیسی'' سے تشبیہ دی جو بقول ان کے مذاکرات کے لیے سازگار نہیں تھی۔ اس بحران میں سفارتی انداز میں بات کرتے ہوئے چین کا سرکاری مؤقف محتاط اور پیچیدہ رہا ہے اور اس نے روس کے عسکری طاقت کے استعمال کی حمایت سے گریز کیا ہے۔ لیکن چین کے سرکاری ذرائع ابلاغ نے دوٹوک باتیں کہیں ہیں۔

چین میں بڑھتے ہوئے مغرب مخالف جذبات کے اس دور میں یوکرین کے بحران کو مغرب کی ناکامیوں کی ایک اور مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان کے خیال میں یہ امریکہ کی زیر قیادت نیٹو ہے، جو روس اور چین جیسے دوسرے ممالک کا اپنی سرزمین کے دفاع اور خودمختاری کے حق کا احترام کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ روزنامہ گلوبل ٹائمز نے دعویٰ کیا ہے کہ چین اور روس کے درمیان پرانے اور قریبی تعلقات عالمی نظام کی حفاظت کی آخری ڈھال ہیں، جبکہ سرکاری خبر رساں ایجنسی ژنہوا کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ اپنے ملک سے توجہ ہٹانے اور یورپ پر اپنے اثر و رسوخ کو بحال کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بروکنگز انسٹیٹیوٹ کی پالیسی ڈائریکٹر جیسیکا برینڈ کا کہنا ہے کہ چین کی جانب سے ایسی بیان بازی کو متعدد زبانوں میں ٹوئٹر پر پوسٹ کرنے (جس پر چین میں پابندی عائد ہے) کا مقصد ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ امریکہ اور نیٹو کو باقی دنیا کس طرح دیکھتی ہے۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ میرے خیال میں یہاں مقصد امریکہ کی بیخ کنی کرنا، لبرل اداروں کی ساکھ کو داغدار کرنا اور میڈیا کو بدنام کرنا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ یہ اس بات کی ایک مثال ہے کہ بیجنگ باقاعدگی سے یوکرین کے بارے میں کریملن کے بات چیت کے نکات کو اپنے مفادات کے مطابق بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔

مشترکہ مقاصد، مشترکہ دشمن: بعض ماہرین کا خیال ہے کہ چین اور روس ان دنوں سٹالن اور ماؤ کے دور سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ 2014 میں یوکرین میں کرائمیا کے بحران نے روس کو چین کے مزید قریب کر دیا، جس نے بین الاقوامی تنہائی کے دوران ماسکو کو اقتصادی اور سفارتی مدد کی پیشکش کی۔ تب سے یہ رشتہ مزید پروان چڑھا۔ چین برسوں سے روس کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار رہا ہے اور یہ دوطرفہ تجارت گذشتہ سال 147 ارب ڈالر کی نئی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی ہے۔ دونوں ممالک نے مشترکہ فوجی مشقوں کو تیز کرتے ہوئے گذشتہ سال قریبی فوجی تعلقات کے لیے ایک روڈ میپ پر بھی دستخط کیے تھے۔

جمعہ کو ولادیمیر پوتن شی جن پنگ کی دعوت پر سرمائی اولمپکس میں شرکت کے لیے بیجنگ پہونچے اور اس طرح پوتن گذشتہ دو سالوں میں صدر شی جی پنگ سے ذاتی طور پر ملاقات کرنے والے پہلے عالمی رہنما بن چکے ہیں۔ چینی صدر نے حالیہ عرصے میں بیرون ملک سفر سے گریز کیا ہے اور کورونا وبا کے بعد سے چند ہی غیر ملکیوں سے ملاقات کی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس وقت روس اور چین دونوں ممالک کے مغرب کے ساتھ تعلقات خاصے کشیدہ ہیں۔ ٹفٹس یونیورسٹی میں بین الاقوامی تاریخ کے اسسٹنٹ پروفیسر کرس ملر کہتے ہیں کہ بیجنگ اور ماسکو کا امریکہ اور یورپ کو پیچھے دھکیلنے اور بین الاقوامی سیاست میں اپنے لیے ایک بڑا کردار حاصل کرنے کا مشترکہ مفاد ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بڑھتے ہوئے تنازع اور کشیدگی کی صورت میں اگر روس پر مغربی پابندیاں عائد ہوتی ہیں تو چین روس کی اقتصادی مدد کے لیے اسی طرح آئے گا جیسا کہ وہ پہلے کر چکا ہے۔ اس میں متبادل ادائیگی کے نظام کی فراہمی، روسی بینکوں اور فرموں کے لیے قرضے، روسی تیل کی مزید خریداری، یا امریکی برآمدی کنٹرول کو یکسر مسترد کرنا بھی شامل ہو سکتا ہے۔

کیا چین واقعی جنگ نہیں چاہتا؟: تاہم اس حمایت کی چین کو ایک اہم مالی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ اسی لیے ماہرین کا ماننا ہے کہ فی الحال بیجنگ کی جانب سے ماسکو کی حمایت صرف بیان بازی تک ہی محدود رہے گی جو ایک سستا سودا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یوکرین میں فوجی تنازعے کے نتیجے میں امریکہ کی مشکل بڑھے گی جو بلاشبہ چین کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا تاہم بہت سے مبصرین بیجنگ کے اس بیان کو سچ سمجھتے ہیں کہ وہ جنگ نہیں چاہتا۔ جرمن مارشل فنڈ میں ایشیا پروگرام کے ڈائریکٹر بونی گلیزر کا کہنا ہے کہ چین ابھی امریکہ کے ساتھ تعلقات کو مستحکم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ اگر بیجنگ ماسکو کو مضبوط حمایت دیتا ہے، تو یہ امریکہ کے ساتھ مزید کشیدگی پیدا کر سکتا ہے، جس میں واضح جمہوریت بمقابلہ آمریت کا فرق شامل ہے۔ سیاسی سائنس دان منکسین پی نے ایک حالیہ مضمون میں کہا ہے کہ بیجنگ ممکنہ طور پر بحران میں اپنے داؤ سے پرہیز کر رہا ہے کیونکہ وہ ماسکو کے حقیقی ارادوں سے چوکنا ہے۔ اسکے علاوہ روس کو بڑی حمایت دینے سے چین کا دوسرا سب سے بڑا تجارتی ساتھی یورپی یونین اس کا مخالف ہو سکتا ہے، جو یورپی ردعمل کو متحرک کر سکتا ہے۔ پروفیسر پی کا کہنا ہے کہ یہ ممکنہ طور پر تائیوان کی حمایت جیسا ہو سکتا ہے، ایک ایسی تشویش جو یوکرین کے بحران کے موقع پر پیدا ہوئی ہے۔

تائیوان اور یوکرین کا معاملہ یکساں نہیں ہے: امریکہ اور دنیا بھر میں چینی کمیونٹیز میں سے کچھ، یوکرین کے تنازع کو اپنے اتحادیوں کے ساتھ امریکہ کی وفاداری کے ممکنہ امتحان کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ بہت سے لوگ پوچھ رہے ہیں کہ اگر روس یوکرین پر حملہ کرتا ہے تو کیا امریکہ فوجی مداخلت کرے گا، اور اگر چین ایک دن تائیوان پر دوبارہ دعویٰ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کیا امریکہ تب بھی ایسا ہی کرے گا۔ تائیوان ایک ایسا جزیرہ ہے جو خود کو ایک آزاد ملک کے طور پر دیکھتا ہے اور امریکہ کو اپنا سب سے بڑا اتحادی مانتا ہے۔ یہ سوال کہ آیا امریکہ تائیوان پر چین کے ساتھ جنگ کرے گا، ایشیا میں ایک جائز تشویش ہے، کیونکہ امریکہ اور چین کی دشمنی بڑھ رہی ہے اور تائیوان اپنے خود ساختہ فضائی دفاعی زون میں اکثر چینی جنگی طیاروں کی دراندازی کی اطلاع دیتا ہے۔ امریکہ جان بوجھ کر اس بارے میں مبہم رہا ہے کہ اس طرح کے حملے کی صورت میں وہ اصل میں کیا کرے گا، ایک قانون ہے جس کے تحت امریکہ کو تائیوان کو اس کے دفاع میں مدد کرنی پڑے گی۔

لیکن ساتھ ہی واشنگٹن سفارتی طور پر بیجنگ کی طرف سے وضع کردہ ون چائنا پالیسی کو تسلیم کرتا ہے، یہ مؤقف کہ وہاں صرف ایک چینی حکومت ہے۔ تاہم ماہرین نے اس طرح کی مماثلتوں کو مسترد کر دیا ہے۔ ان کے مطابق تائیوان اور یوکرین میں جغرافیائی اور سیاسی حالات بالکل مختلف ہیں۔ اُنھوں نے نشاندہی کی کہ امریکہ کے تائیوان کے ساتھ بہت گہرے تاریخی تعلقات ہیں اور وہ اسے ایشیا کے لیے امریکہ کی نظریاتی، سفارتی اور فوجی حکمت عملی کے ایک اہم حصے کے طور پر دیکھتا ہے۔ گلیزر کہتی ہیں چین روس نہیں ہے، اور تائیوان یوکرین نہیں ہے۔ یوکرین کے مقابلے تائیوان پر امریکہ کا بہت کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے۔ **(تیسا وانگ، بی بی سی لندن)**

Scanned with CamScanner

شیر دل خاتون - بی اَمّاں

مولانا نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

وطن عزیز کو برطانوی قبضے سے آزاد کرانے میں مسلمانوں خصوصاً علمائے کرام نے جس جذبے، ولولے اور جوش وخروش سے حصہ لیا، وہ بلاشبہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ ان لائق صد فخر علمائے کرام کی برپا کی ہوئی تحریک خلافت ہی نے غاصب انگریزوں کو مجبور کیا کہ وہ اس ملک کو اپنے ناجائز قبضے سے آزاد کریں۔

تحریک خلافت نے اسلامیان ہند کو اتنی ہمت اور حوصلہ بخشا کہ وہ اپنے باہمی اختلافات بھلا کر حصول آزادی کے لئے متحد ہو جائیں۔ شمع آزادی کے ان پروانوں کے دوش بہ دوش مسلم خواتین بھی تھیں، لیکن بدقسمتی سے تحریک خلافت اور جدوجہد آزادی کی تاریخ میں ان کے نام اور ان کی خدمات کو یا تو فراموش کر دیا گیا یا پھر سرسری طور پر ان کا تذکرہ آیا ہے۔ ان فراموش شدہ خواتین اسلام میں ایک اہم نام ''بی اماں'' کا بھی ہے۔ حالانکہ اس خدارسیدہ خاتون کی حیات اور خدمات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے کارنامے اس درجے کے ہیں کہ ان کو ''مادر ملت'' کا لقب دینا چاہئے اور ان کی شایان شان یادگار قائم کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

بیسویں صدی مسیحی کی دوسری اور تیسری دہائی میں ملک کے ملی وقومی مطلع پر روشن ہونے والی اس خاتون کا اصل نام آبادی بانو بیگم تھا، لیکن 'بی اماں' کے نام سے ملک کے طول وعرض میں مشہور ہوئیں۔ ان کی ولادت ۱۸۵۲ء کے آس پاس امروہہ کے ایک باحمیت اور غیرت مند مسلم گھرانے میں ہوئی۔ ان کے والد ماجد کا نام مظفر علی خاں تھا۔ وہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے نامور جاں باز و مجاہد تھے۔ شوہر کا نام عبدالعلی خاں تھا، ان کا انتقال ۱۷ر رمضان ۱۲۹۷ھ مطابق ۲ر اگست ۱۸۸۰ء کو ہوا، اس طرح 'بی اماں' محض ۲۷، ۲۸ ربرس کی عمر میں بیوہ ہوگئی تھیں، اولاد میں پانچ صاحب زادے اور ایک صاحب زادی تھیں، دو صاحب زادے مولانا محمد شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر بہت مشہور ہوئے۔

'بی اماں' انتہائی پردہ نشیں خاتون تھیں، انہوں نے اپنی اولاد کو علم وادب اور تہذیب کی دولت سے مالا مال کیا، اگرچہ اس سلسلے میں ان کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ اپنے پاکیزہ ارادوں پر قائم رہیں، ان کی خواہش تھی کہ ان کے لخت جگر اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملک وملت کی خدمت کریں، انہوں نے اپنی جوانی کے زمانے میں حج کے موقع پر غلاف کعبہ پکڑ کر اپنی اولاد کے حق میں یہ دعا نہیں کی تھی کہ انہیں دنیوی شان وشوکت اور اعلیٰ مراتب ومناصب حاصل ہوں بلکہ انہوں نے رب کعبہ سے یہ دعا کی تھی:

''اے پروردگار! میری اولاد کو دین کا سچا خادم اور پختہ مومن بنادے''۔

رب کعبہ نے در کعبہ پر کھڑی اس نیک طینت سائلہ کو مایوس نہیں کیا اور مولانا محمد علی جوہر کی صورت میں اسلامیان ہند کو ایک ایسا دانشور عنایت کیا جو اعلیٰ مومنانہ اور مجاہدانہ صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں بہت ممتاز تھا۔

رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸-۱۹۳۱) غیر منقسم ہندستان کے ایک ایسے بطل جلیل تھے جنہوں نے بیسویں صدی کے ابتدائی ۳۰ ربرسوں میں ملک کی تاریخ کو اپنی متحرک جدوجہد، اپنے بے مثل صحافیانہ کارناموں، منفرد اسلوب خطابت، صداقت وبیباکی، بے خوفی، اللہ کے دین کی سربلندی کی تڑپ اور صدق گفتاری و اجتہادی زاویہ نگاہ کے حوالے سے متاثر ومنور کیا، خصوصاً تحریک خلافت کے باب میں ان کا اور ان کے برادر بزرگ مولانا شوکت علی کا نام ہمیشہ جلی اور روشن الفاظ میں لکھا جاتا رہے گا، ان کی والدہ محترمہ 'بی اماں' میں ملی غیرت، ایمانی حرارت، دینی حمیت، اسلام اور مسلمانوں سے محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، وہ نہایت عبادت گزار، نماز، روزے خصوصاً نماز تہجد کی بہت پابند تھیں، ان کی نماز فجر سفروں کی کثرت اور رات کی تقریروں اور جلسوں میں شرکت کے باوجود پچاس برس کی مدت میں کبھی قضا نہیں ہوئی۔ تحریک خلافت کے سنہرے دور میں 'بی اماں' خود بھی شعلہ جوالہ بن کر رہیں، انہوں نے گرمی محفل کو برقرار رکھنے کے لئے دور دراز کے پرمشقت اور پرصعوبت سفر کئے، ان سفروں میں وہ اسلام اور اسلامی خلافت کی حمایت وتائید میں نہایت مؤثر اور دل آویز تقریریں کرتی تھیں۔

'بی اماں' نے ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۷ء کو کلکتہ کے اجلاس مسلم لیگ میں جو پیغام دیا وہ تاریخ دعوت وعزیمت میں جلی حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے، اس پیغام کی ایک ایک سطر سے عزم، ہمت، جوش، ولولہ اور استقامت کی داستانیں ترتیب دی جاسکتی ہیں، وہ کہتی ہیں:

''یہ پیغام نہ میری ذات سے وابستہ ہے اور نہ اسلام کے ان دو خادموں کی ذات سے جن کو خدا نے امانتاً میرے سپرد کیا ہے اور جنہوں نے میری گود میں پرورش پائی ...... اگرچہ اس ضعیف اور سن رسیدہ سی عورت کا جسم خاکی اب فرسودہ اور کمزور ہوگیا ہے لیکن دل اور دل کے اندر اتنا کمزور نہیں کہ شوکت علی اور محمد علی کو وہ جادۂ حق سے ایک قدم باہر جانے کی اجازت دے دے، اس سے قبل کہ وہ صراط مستقیم سے ہٹ سکیں، انہی ضعیف ہاتھوں سے ان کا گلا گھونٹ دوں گی، آج اس جگہ اپنے ہندو بھائیوں اور عزیزوں کو دیکھ کر میرے دل میں باوجود غم کے خوشی کی لہر اٹھتی ہے مگر وہ لہر شکوہ وشکایت کی آمیزش سے پاک ہے'' [''شنیدہ ودیدہ'' از پروفیسر اختر الواسع]

انہوں نے ممبئی میں ۱۹۲۱ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''اس وقت ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشانی کے عالم میں ہیں، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں متحد رہیں، کھدر پہنیں اور تمام دن کپڑا بنیں...... اور ملک کے مفاد کی خاطر دونوں کا اتحاد ضروری ہے۔...... آخر تم کھدر کیوں نہیں پہنتے؟ کیا میں پہلے مہین کپڑے نہیں پہنتی تھی؟ کیا میں اب اس کھدر کو موٹا جھوٹا نہیں پاتی؟ کیا زمانہ قدیم میں ہندو کھدر نہیں پہنتے تھے؟ کیا پیغمبر نے کھدر نہیں پہنا؟ اس لئے میرے بھائیو! میری خواہش ہے کہ تم سیدھے راستے پر چلو اور ملک کے سپاہی بن جاؤ، دلیر بن جاؤ، خدا تمہیں عزت بخشے'' (حوالہ مذکور)

گاندھی جی نے ''ینگ انڈیا'' میں ان کی استقامت اور استقلال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا: ''اگرچہ سن رسیدہ تھی لیکن ان میں نوجوان جیسی طاقت تھی، انہوں نے خلافت اور سوراجیہ کے حصول کے لئے مسلسل سفر کئے۔ وہ اسلام کی کٹر پیرو تھیں اور اس کے کاز کو ہندوستان کی آزادی پر منحصر سمجھتی تھیں۔ اور ہندوستان کی آزادی کے نزدیک کھدر اور ہندو مسلم اتحاد کے بغیر ناممکن تھی، اس لئے انہوں نے اتحاد کے لئے زبردست کوششیں کیں جو ان کے نزدیک جزو ایمان تھیں'' (حوالہ مذکور)

نومبر ۱۹۲۱ء میں 'بی اماں' کے جگر پاروں اور مسلمانان ہند کے محبوب قائدین مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر کو کراچی میں حکومت مخالف تقریر کرنے کے جرم میں ۲ر برس کی سزا ہوئی، اس وقت 'بی اماں' کے جذبات کی ترجمانی کرتی ہوئی یہ نظم ''صدائے خاتون'' کے نام سے بہت مشہور ہوئی، اس نظم کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں:

بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہے شوکت علی بھی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
بوڑھی اماں کا کچھ غم نہ کرنا
کلمہ پڑھ کر خلافت پہ مرنا
پورے اس امتحاں میں اترنا
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ہوتے میرے اگر سات بیٹے
کرتی سب کو خلافت پہ صدقے
ہیں یہی دین احمد کے رستے
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
حشر میں حشر برپا کروں گی
پیش حق تم کو لے کر چلوں گی
اس حکومت پہ دعویٰ کروں گی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر جب چھندواڑے کے قید خانے میں بند تھے، اس وقت یہ خبر مشہور ہوئی کہ حکومت کسی ذریعے سے معافی نامے کا ایک مسودہ دونوں بھائیوں کے پاس بھیج کر ان کے دست خط کرانا چاہتی ہے، 'بی اماں' کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے جگر پاروں کے پاس کہلا بھیجا کہ: ''اگر کسی بھی معافی نامے پر دست خط کا تم لوگوں نے ارادہ کیا تو قبل اس کے دست خط کر سکو اپنے ان ہی بوڑھے ہاتھوں سے گلا گھونٹ دوں گی'' اس شیر دل ماں کی اولاد اگر شیر نہ ہوتی تو کیا ہوتی؟

'بی اماں' نے اپنے اخلاص، عزم، حوصلے، استقلال، کردار اور عمل پیہم سے اپنے نام ور فرزندوں کی رگ وپے میں بجلیاں بھر دی تھیں۔

مادر محترم کی اس تربیت کا اثر تھا کہ ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس لندن میں برطانیہ کے بادشاہ کے روبرو رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر نے کلمہ حق کہا اور بہترین جہاد کیا۔

مولانا محمد علی جوہر نے اپنی والدہ ماجدہ کے لئے لکھا ہے: ''میں جو کچھ ہوں اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ خداوند کریم نے مجھے اسی مرحومہ کے ذریعے سے پہنچایا ہے''۔

۱۲، ۱۳ر نومبر ۱۹۲۴ء بدھ، جمعرات کے درمیانی شب میں تقریباً ۷۲ر برس کی عمر میں اس بزرگ خاتون کا انتقال ہوا اور درگاہ شاہ ابوالخیر دہلی میں دفن ہوئیں۔

گاندھی جی نے ان کے انتقال پر یہ بیان دیا: ''یہ تصور کرنا بڑا کٹھن ہے کہ 'بی اماں' کا انتقال ہوگیا ہے، کون 'بی اماں' کی باوقار شخصیت اور عوامی اجتماعات میں ان کی آواز کی گونج سے ناواقف ہے...... وہ بدیشی کپڑا ترک کر چکی تھیں اور مولانا محمد علی کہتے ہیں کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مرتے وقت انہیں کھدر میں دفنایا جائے جب بھی میں ان کے بستر علالت تک گیا تو انہوں نے ہمیشہ سوراج اور اتحاد ہی کی بابت معلوم کیا۔

یہ میری خوش نصیبی تھی کہ میں موت کی رات ان کے قریب ہی تھا میں اور سروجنی دیوی فوراً پہنچ گئے تھے، ڈاکٹر انصاری ان کے معالج تھے، مولانا محمد علی رو رہے تھے، مگر شوکت علی خاموش تھے وہ بہت ضبط کر رہے تھے اور اللہ کا نام لے رہے تھے 'کامریڈ' کا پریس 'بی اماں' کے کمرے کے قریب تھا لیکن وہاں کام ایک لمحے کے لئے نہیں رکا، نہ ہی مولانا نے اپنے مدیرانہ فرائض سے غفلت برتی'' (حوالہ مذکور)

انڈین نیشنل کانگریس کی سابق صدر مسز اینی بیسنٹ نے 'بی اماں' کو اپنے ایک تعزیتی پیغام میں یوں یاد کیا:

''میں خراج عقیدت پیش کرنے میں خود کو دوسروں کے ساتھ شریک کرتی ہوں، اسی شیر دل اور انتہائی مذہبی قابل احترام خاتون کے تئیں جو کسی خطرے سے خوف زدہ نہیں ہوئی اور جس نے اس دھرتی پر کسی چیز کو اپنے عقیدے پر فوقیت نہیں دی۔ ایسی روحیں دوسروں کو بھی باوقار بناتی اور مثال پیش کرتی ہیں۔ وہ آزادی کی راہوں کو منور کرتی ہیں اور ہموار بناتی ہیں، اپنے خون بہتے ہوئے پاؤں سے جس پر قومیں چلتی ہیں انہیں ابدی روشنی میسر ہو'' (حوالہ مذکور)

مادر ملت 'بی اماں' کے قول وفعل، کردار اور عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدائے رحمٰن ورحیم کی بندیاں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیاں، امہات المومنین اور بنات طاہرات کے ناموں پر مر مٹنے والیاں اس دور ظلمت میں بھی پیدا ہوسکتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

اردو زبان کے مسائل

پروفیسر اخترالواسع

آزادی کے بعد اردو پر جو گزری وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بیسویں صدی کے نصف آخر میں اردو کو ایک دفعہ پھر اس کا جائز مرتبہ ملے، اس کے لئے بہت سی کوششیں ہوئیں۔ ڈاکٹر ذاکر حسین جو انجمن ترقی اردو (ہند) کے صدر تھے اور بعد میں ملک کے بھی صدر بنے، وہ ایک لاکھ سے اوپر دستخط لے کر اس وقت کے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرساد کے پاس گئے، حیات اللہ انصاری نے یوپی میں اپنی جیسی کوششیں کیں، یوپی ہی میں یوپی حافظ دستہ بھی بنا، لیکن حاصل کچھ نہ ہوسکا۔ بہار میں اللہ غریق رحمت کرے الحاج غلام سرور اور ان کے ساتھیوں کو جنہوں نے اردو کی بازیافت اور بحالی دونوں کی کامیاب لڑائی لڑی اور بالآخر اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے، محترمہ اندرا گاندی کے دور اقتدار میں گجرال کمیٹی بنی اور اس کی سفارشات کے نتیجے میں مدھیہ پردیش کے سابق وزیر، اتراکھنڈ، اترپردیش اور میزورم کے سابق گورنر عزیز قریشی صاحب کی کوششوں سے جس کا انہوں نے کبھی ڈھنڈھورا نہیں پیٹا، مولانا آزاد اردو یونیورسیٹی بنی، اس سے پہلے اندرا جی کی توجہ ہی سے ترقی اردو بورڈ بنا اور بعد ازاں وہی عزیز قریشی صاحب کی کوششوں سے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان بن گئی۔ اترپردیش میں شری ایچ این بہوگنا اور اس وقت کے گورنر میر اکبر علی خاں کی کوششوں سے کی پہلی اردو اکیڈمی وجود میں آئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً بارہ اردو اکیڈمیاں اور وجود میں آ گئیں۔ یہ بھی دلچسپ بات ہے کہ ریاست اتراکھنڈ میں اردو اکیڈمی قائم کرنے کے لئے اس وقت کے وزیراعلی شری وجے بہوگنا نے ایک کمیٹی کی تشکیل کی، جس کا چیئرمین راقم الحروف کو بنایا گیا اور اس نے جو رپورٹ وزیراعلی کو دی اس کی بنیاد پر اتراکھنڈ میں اردو اکیڈمی بنی، اس وقت بھی اگر شری ایچ این بہوگنا کے بیٹے وزیراعلی تھے تو عزیز قریشی صاحب ریاست کے گورنر۔ اسی طرح سابق مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی شری کپل سبل نے اردو زبان کے فروغ سے متعلق ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جس کا چیرمین بھی راقم الحروف ہی کو بتایا گیا تھا اور میں نے اپنی رپورٹ دسمبر 2013 میں اس وقت کے مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل شری پلم راجو کو پیش کردی تھی۔ اس میں ہم نے جو خاص بات کہی تھی وہ اس طرح تھی:

(1) اسکولوں میں داخلے کے ہر فارم میں تین خانے ہونے چاہئیں۔ ایک یہ کہ بچے کی مادری زبان کیا ہے؟ (2) ماں باپ بچے کو کسی زبان میں تعلیم دلانا چاہتے ہیں؟ (3) تیسری زبان کے طور پر وہ کس زبان کو لینا چاہتے ہیں؟ مثال کے طور پر اگر وہ اردو کو ترجیح دیتے ہیں تو پھر اسکولوں کے پاس بلاوجہ کا اردو پڑھنے کی تعداد میں کسی قلت کا عذر نہ رہے گا۔

اسی طرح اردو میں باقاعدہ تربیت یافتہ اور سند یافتہ اساتذہ کا ایک قومی رجسٹر تیار کیا جائے تاکہ اردو اساتذہ کی قلت کا جو رونا رویا جاتا ہے، وہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجائے۔ اس کے علاوہ جتنے اردو کے نام پر ادارے قائم کئے گئے ہیں، ان میں جو لوگ ملازمت کررہے ہیں یا ملازمت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے اردو میں لکھنے، پڑھنے کی مناسب استعداد ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ جامعہ اور علی گڑھ (جو ایک تاریخی اہمیت کا ادارہ ہے اور جس نے اردو میں فاصلاتی تعلیم کو اس وقت اختیار کیا تھا جب اس کا تصور بھی نہیں تھا۔) کو ایک ڈیمڈ ٹوبی یونیورسٹی (Deemed to be University) کا درجہ دے دیا جائے۔ نیز انجمن ترقی اردو (ہند) جس کے قیام کو سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں، کے جنرل سکریٹری کو باعتبار عہدہ وقومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی ایگزیکیٹیو کمیٹی کا ممبر لازمی طور پر نامزد کیا جائے۔ بہرحال ۲۰۱۳ء میں سرکار کی تبدیلی کے ساتھ اس رپورٹ کا بھی کیا حشر ہوا؟ کسی کو کچھ پتا نہیں۔ یہ ساری تفصیلات یہاں صرف اس لئے دی گئیں کہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی تو اردو زبان وادب کے فروغ میں لگے ہوئے ہیں۔ بہار میں بھی اردو والے سرکار سے ایک ڈائریکٹریٹ قائم کرا کے اردو والوں کی فلاح اور صلاح کے لئے کچھ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جھارکھنڈ، مہاراشٹر، گجرات اور راجستھان میں اردو اکیڈمیاں ابھی تک تشکیل ہی نہیں دی گئی ہیں۔ اتنا ہی نہیں دوردرشن پر گزشتہ تقریباً ایک دہائی سے ہر روز دس نیوز بلیٹن اردو میں نشر ہوتے تھے، ان میں تین آدھا آدھا گھنٹے کے اور باقی پانچ پانچ منٹ کے ہوتے تھے۔ ان نیوز بلیٹوں کو صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے بہت سے ممالک میں بڑے شوق سے بڑی تعداد میں دیکھا جاتا تھا۔ مارچ ۲۰۲۰ء میں کورونا وبا کے دور میں دوردرشن نیوز نے اپنے نشریات کو محدود کئے تو اردو نیوز بلیٹن بھی روک دیے گئے اور صرف آدھے آدھے گھنٹے کے دو بلیٹن ہی نشر ہوتے رہے۔ اب جب کہ دوردرشن نیوز کے دیگر زبانوں کے بلیٹن اور اس پر دیگر نشریات کو گزشتہ حالت میں بحال ہوئے، طویل وقت گزر چکا ہے، اردو خبروں کی نشریات ابھی بھی ویسی ہی محدود ہے جبکہ اردو نیوز کے ملک بھر میں پھیلے ہوئے ناظرین مختلف ذرائع سے بار بار اپنا یہ مطالبہ دوردرشن کے ذمہ داروں تک پہنچاتے رہے ہیں کہ ہر روز پہلے کی طرح پھر سے دس اردو نیوز بلیٹن کردیے جائیں اور ایسا صرف دوردرشن میں ہی ہورہا ہو، صحیح نہیں بلکہ آکاش وانی کی اردو نشریات بھی کرونا کے وقت محدود کردی گئی تھیں لیکن دوسری نشریات کے ساتھ ان کو دوبارہ بحال نہیں کیا گیا۔ اگر دوردرشن اور آکاش وانی میں اردو کے پروگرام اور دیگر نشریات بحال ہوجائیں تو اس کا سب سے زیادہ فائدہ سرکار ہی کو ہوگا۔ ایک تو ان کی بحالی اردو بولنے والوں کے بیچ ایک مثبت پیغام بن کے پہنچے گی، دوسرے حکومت کے عوامی فلاح وبہبود کے کاموں اور پالیسیوں کو اردو بولنے اور سمجھنے والی وسیع آبادی تک ان کے ذریعے پہنچایا جاسکے گا۔

اردو کے ساتھ اس تکلیف دہ رویے کا معاملہ تو دوردرشن اور آکاش وانی نے کچھ ابھی دنوں کی بات ہے لیکن حکومت ہند کی وزارت اطلاعات ونشریات نہ جانے کب سے اردو کی زبان میں کہانی، مکالے اور گیتوں سے مزین فلموں کو اردو کے بجائے ہمیشہ ہندی کا سرٹیفکیٹ دیتی آئی ہے، اور اس میں ساری خطا سینسر بورڈ کی نہیں ہے بلکہ ان فلم سازوں کی بھی ہے جو اپنی انٹرنیشنل مارکیٹ میں کھپت اور کامیابی کے لئے اردو کے بجائے ہندی کا سرٹیفکیٹ مانگتے ہیں۔ بہرحال اب جب کہ بولتی فلموں کو ۹۰ سال سے زیادہ کا عرصہ بتیا جارہا ہے، جس طرح سینسر بورڈ فلم میں زبان وبیان، مکالموں کی ادائیگی، گیتوں کے بل پر نظر رکھتا ہے اسی طرح اسے بھی دیکھنا چاہیے کہ فلموں کو زبانوں کے اعتبار سے جو سرٹیفکیٹ دیا جائے وہ فلم کی زبان سے پوری طرح ہم آہنگ ہو۔ اس سلسلے میں زیادتی کہئے یا دھاندلی سب سے کریہہ مثال فلم امراؤ جان کی ہے، جو کہ مرزا ہادی رسوا کے مشہور زمانہ اردو ناول کی کہانی پر بنائی گئی، لیکن کیسی مضحکہ خیز بات ہے کہ اسے سرٹیفکیٹ ہندی کا ملا، فلم سینسر بورڈ پروڈیوسر کی اس بے تابی اور بے چینی کا ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے کہ وہ بغیر کسی جھگڑے میں پڑے اپنی فلم کو جلد سے جلد شائقین تک پہنچانا اور بزنس کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ ایسے عملی اقدامات اٹھانے چاہئیں کہ اردو زبان کے ساتھ یہ ناانصافی نہ ہوسکے۔

اعلیٰ مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری کے لیے رحمانی 30 کا اپلیکیشن فارم ویب سائٹ پر دستیاب

رحمانی 30 کا داخلہ امتحان کووڈ کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ملک بھر میں مختلف مراکز پر منعقد ہوگا

رحمانی پروگرام آف ایکسیلنس (رحمانی 30) نے نئے سیشن (24-2022) کے لئے اعلامیہ جاری کردیا ہے۔ مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری کے لیے رحمانی 30 کا انٹرنس ٹیسٹ امسال کووڈ کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ملک بھر میں مختلف مراکز پر منعقد ہوگا یا پھر آن لائن لیا جائے گا۔ درخواست دہندگان کو امتحان کی خبر ٹیکسٹ مسیج، ای میل، اور ویب سائٹ کے ذریعے دی جائے گی۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی طلبہ کا انتخاب پورے ملک سے ہوگا۔ اس انٹرنس ٹیسٹ میں وہ مسلم اقلیت طلباء وطالبات حصہ لے سکیں گے جس نے امسال یعنی 2022 میں دسویں کلاس بورڈ کے امتحان میں شریک ہونگے۔ جس کے لیے انھیں آن لائن فارم بھرنا ہوگا۔ فارم کی تفصیلات کے لیے اس ویب سائٹ www.rahmanimission.org پر طلبہ وطالبات لاگ ان کریں۔

واضح رہے کہ کووڈ19 کی وجہ سے پورا ملک کئی دفعہ لاک ڈاؤن کی زد میں آیا۔ نظام زندگی کے ساتھ ساتھ تعلیمی نظام بھی بری طرح متاثر ہوئے، ملک کے تمام ہوسٹل متعدد مرتبہ بند کیے گئے، جس کی زد میں رحمانی 30 کے طلبہ و طالبات بھی آئے، لیکن رحمانی پروگرام آف ایکسیلنس پہلے لاک ڈاؤن سے ہی تمام تر دشواریوں کے باوجود نہایت ہی احسن طریقے سے آن لائن کلاسیز چلاتا رہا۔ اور جب ماہ ستمبر اکتوبر میں انجینئر نگ اور میڈیکل کا ریزلٹ آیا تو اس نے محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ رحمانی 30 کے طلبہ کی کامیابی کا تناسب کووڈ19 کی وجہ سے متاثر ہوا ہے۔ کووڈ کے باوجود امسال رحمانی 30 کے انجینئر نگ کے 68 / طلباء آئی آئی ٹی ایڈوانس میں کامیاب ہوئے اور جے ای مینس میں 185 / طلباء کامیاب ہوئے، جبکہ میڈیکل کے سو فیصد طلباء نیٹ (NEET) کے امتحان میں کامیاب ہوئے اور 61 / بچوں کو گورنمنٹ میڈیکل سیٹ دستیاب ہوئی، اس سال کامرس میں 37 / طلباء نے آئی۔سی۔اے۔آئی کامرس ویزارڈ میں کامیابی حاصل کرکے رحمانی پروگرام آف ایکسیلنس کی تاریخ میں ایک نیا باب جوڑا ان کامیابیوں کا اجمالی جائزہ www.rahmanimission.org پر موجود ہے۔

رحمانی 30 کا داخلہ امتحان اسٹیٹ بورڈ، سی بی ایس ای (CBSE) اور سی آئی ایس سی ای (CISCE) کے مشترکہ نصاب پر مبنی ہوگا۔ یہ سوالات ریاضی، فزکس، کیمسٹری، بایولوجی، سوشل سائنس، انگریزی زبان اور اسلامی معلومات پر مشتمل ہوگا، اس کے علاوہ مینٹل میتھ میٹکس اور ایپٹی ٹیوڈ کے سوالات بھی ہونگے، خیال رہے کہ اس امتحان میں شرکت کے اہل صرف وہی طلباء وطالبات ہونگے جو امسال 2022 میں دسویں جماعت میں شریک ہیں۔ رحمانی 30 کا قیام 2008 میں مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی رحمتہ اللہ علیہ نے جناب ابھیانند جی (سابق ڈی جی پی، بہار) کی اکیڈمک نگرانی میں کیا تھا۔ جس کا مقصد مسلم مائنورٹی کے طلباء وطالبات کو ملکی پیمانہ پر مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری کرانا اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پہنچانا تھا۔ الحمدللہ رحمانی 30 کے بینر تلے مسلم طلباء وطالبات نے انجینئر نگ، میڈیکل اور کامرس کے میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

مفکر ملت, امیر شریعت جناب حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب، ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، وسرپرست رحمانی 30 نے گذارش کی ہے کہ طلباء وطالبات، گارجین حضرات، اسکول کے ذمہ داران اور قوم کے دانشوران وائمہ کرام اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ یقیناً یہ مسلم مائنورٹی کے لئے ایک بڑی کامیابی اور خوش آئند مستقبل کا ضامن ہے کہ مختلف سرکاری کمیٹیوں کی جانب سے تعلیمی اور اقتصادی طور پر پسماندہ قرار دیے جانے کے باوجود اس سماج کے طلباء وطالبات نے اجتماعی طور پر اعلی مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیابی کا پرچم بلند کرنا شروع کیا ہے۔ قوم کے درمیاں سے تعلیمی پسماندگی کو دور کرنا اور ایک تابناک مستقبل کے لئے مضبوط و مستحکم قدم اٹھانا ہم سب کا قومی وملی فریضہ ہے۔

Scanned with CamScanner

سادگی اور سادہ طرز زندگی

مفتی محمد نعیم

آج معاشرے میں ڈپریشن، بے اطمینانی اور مسائل کا انبار صرف اس لیے ہے کہ ہماری تمنّائیں اور خواہشیں لامحدود اور قناعت پسندی کا جذبہ مفقود ہے، آج ہر طرف سامانِ دنیا کی ریل پیل ہے، ہر کوئی عیش کوشی کا متمنی، ہر ایک دنیوی زندگی سے زیادہ سے زیادہ استفادے کا خواہش مند، ہر شخص سامانِ عیش وعشرت کا طلب گار، ہر کوئی دنیاوی آسائش میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا خواہاں، امیر ہو کہ غریب ہر فرد اسی فکر میں مست اور مگن ہے کہ کیسے اسباب دنیا وسیع ہوں؟ نیز کیسے اس کی زندگی مادی وسائل کے اعتبار سے معیاری ومثالی بنے، اسی فکرِ دنیا میں عمرِ عزیز کٹ رہی ہے، اور ہم دن بہ دن جہانِ آخر کے قریب تر ہو رہے ہیں، حالانکہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسباب عیش وعشرت اختیار کرنے میں اپنے آقا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو جانیں، اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی کوشش کریں کہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب و وسائل کی وسعت پر قادر ہوتے ہوئے دنیوی عیش و عشرت سے اعراض کیا، بقدرِ زیست دنیا کا مال ومتاع استعمال کر کے اہل دنیا کے لیے انمٹ نقوش ثبت کردیے، جن میں اہل دنیا کے لیے راہِ عمل ہے کہ جسے اپنا کر ایک مسلمان اپنی اخروی زندگی سدھار سکتا ہے۔آج اگر ہم اپنے اردگرد لوگوں کا اور بحیثیت مجموعی اپنے معاشرے اور ماحول کا جائزہ لیں، تو پتا چلتا ہے کہ مال ومتاع اور جاہ وحشم کی حرص و ہوس نے فرد اور معاشرے کو بے اطمینانی اور بے سکونی کے اس عذاب میں مبتلا کردیا ہے، جہاں کسی کو طمانیت، امن وعافیت، صبر وقرار اور سکون میسّر نہیں۔خواہشات کی غلامی اور حرص و ہوس نے تمام آسائشوں اور مادّی وسائل کی دست یابی کے باوجود انسان سے ذہنی سکون اور قلبی اطمینان چھین لیا ہے۔آج معاشرے میں ڈپریشن، بے اطمینانی اور مسائل کا انبار صرف اس لیے ہے کہ ہماری تمنّائیں اور خواہشیں لامحدود ہیں۔ قناعت پسندی کا جذبہ مفقود ہے، عہدہ ومنصب اور مال ودولت کی حرص و ہوس نے آدمی کو خواہشات کا غلام بنادیا ہے، لیکن راحت اور سکون کوسوں دُور ہے۔اس کی وجہ صرف اور صرف ایک ہے اور وہ ہے ”سادگی اور سادہ طرزِ زندگی“ سے گریز۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ”دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دِیے گئے ہوں، وہ اُن بکریوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے، جتنا مال و جاہ کی حرص آدمی کے دِین کو تباہ کرتی ہے۔“ (ترمذی)

”سادہ طرزِ زندگی“ اسلام کا امتیاز اور بندہ مومن کا لازمی جزو ہے۔ ایک موقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔“ (سُنن نسائی)

دنیوی مال ومتاع کی خواہش، مال وجائیداد میں روز بروز اضافے کی تمنّا اور سامانِ تعیش کی بکثرت فراہمی انسان کو خواہشات کا غلام بنادیتی ہے۔ وہ حرص و ہوس میں اندھا ہوجاتا ہے، یہی وہ مکروہ جذبہ ہے، جو انسان کی طبیعت میں کینہ، حسد، بُغض جیسی مکروہ صفات پیدا کرتا ہے، اسی بناء پر باہمی عداوت اور نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ اسباب ہیں، جو اجتماعی طور پر معاشرے میں بے اطمینانی، بے سکونی اور بڑی حد تک بدامنی کا باعث بنتے ہیں۔ایسی کیفیت میں آدمی دوسرے کے مال و جائیداد پر نگاہ رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ سب کچھ یا تو اُسے مل جائے یا جو کچھ دوسرے کے پاس ہے، وہ سب کچھ اُس سے چھن جائے۔ ارشادِ ربّانی ہے: ”اور اُس کی ہوس نہ کرو، جس میں اللہ نے تم میں باہم ایک دوسرے کو بڑائی اور فضیلت بخشی ہے۔“ (سُورۃ النّساء 32)

معاشرے میں ایک دوسرے پر بڑائی کا اظہار کرنے، زیادہ سے زیادہ مال ومتاع حاصل کرنے، دولت وثروت کے انبار لگانے، حرص وہوس اور بے جا تمنّاؤں کی تکمیل کا یہی وہ قابلِ مذمّت عمل ہے، جو معاشرے میں بے اطمینانی، اعلیٰ انسانی اقدار اور مثالی تہذیبی اور اَخلاقی روایات کے زوال کا باعث بنتا اور نفرت و عداوت کو پروان چڑھاتا ہے اور درحقیقت یہی وہ نامناسب جذبہ ہے، جو چوری، ڈکیتی، قتل و غارت گری اور معاشرے میں دیگر جرائم کا باعث بنتا ہے۔

موجودہ دور میں انسانی سماج اور ہمارے معاشرے میں اضطراب، بے چینی، ڈپریشن اور مہلک بیماریوں کا بڑا سبب زیادہ سے زیادہ مال و دولت کی طلب اور حرص و ہوس کا وہ جذبہ ہے، جو انسان کو کسی پل اطمینان اور سکون سے نہیں رہنے دیتا۔ ہر وقت اس کے ذہن میں یہی سودا سمائے رہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال و دولت حاصل کرلوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: ”حرص وطمع سے بچو کہ اس نے تم سے پہلوں کو برباد کیا، اسی نے اُنہیں آمادہ کیا کہ اُنہوں نے خون بہایا (قتل و غارت گری کی) اور حلال کو حرام سمجھا۔“ (صحیح مسلم)

شیطان جن راستوں سے انسان کو غلط راہ پر ڈالتا اور گم راہی کی طرف لے جاتا ہے، ان میں حرص و ہوس، بے جا تمنّاؤں اور خواہشات کی پیروی بھی شامل ہیں۔“ قرآنِ کریم میں شیطان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: ”اور اس (شیطان) نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے ایک حصّہ لے کر رہوں گا اور میں انہیں آرزوؤں اور تمنّاؤں میں اُلجھا کر رکھ دوں گا۔“ (سُورۃ النساء) اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ آدم کو شیطان کے مکروفریب سے ان الفاظ میں متنبہ کیا ہے ”یہ شیطان انہیں (بنی نوعِ آدم کو) وعدوں کے سبز باغ دِکھائے گا، انہیں تمنّاؤں اور آرزوؤں میں گرفتار کرے گا، مگر شیطان کے یہ تمام وعدے دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔“ (سُورۃ النساء 120)

اسلام سادگی اور سادہ طرزِ زندگی کا دین ہے، اسلامی ثقافت اور اسلامی طرزِ معاشرت میں سادگی اور سادہ طرزِ زندگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔اس حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اُسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے، وہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پینے، اوڑھنے، اُٹھنے، بیٹھنے کسی چیز میں تکلّف نہ تھا۔ کھانے میں جو سامنے آتا، تناول فرماتے، پہننے کو جو سادہ لباس مل جاتا، پہن لیتے۔زمین پر، چٹائی پر فرشِ زمیں پر جہاں جگہ ملتی، بیٹھ جاتے۔ (شمائلِ ترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرماتے تھے کہ ”اے اللہ، مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں زندہ اُٹھا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔“ (ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ میرے لیے مکّہ مکرّمہ کے سنگ ریزوں کو سونا بنا دیا جائے، میں نے عرض کیا، پروردگار، میں یہ نہیں مانگتا، بلکہ یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بُھوکا رہوں، جب مجھے بُھوک لگے تو آپ کو یاد کروں، اور آپ کے سامنے گڑگڑاؤں اور جب میرا پیٹ بھرے تو آپ کی حمد اور شُکر ادا کروں۔“ (ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چٹائی پر آرام کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر کچھ نشانات آگئے، ابن مسعودؓ سے رہا نہ گیا وہ بول پڑے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں نرم چٹائی بچھادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے دنیا کی کیا ضرورت؟ میری اور دنیا کی مثال اس مسافر کی طرح ہے جو کسی منزل پر سفر کر رہا ہو، اس نے تھوڑی دیر کے لیے درخت کے سائے میں آرام کیا اور چل دیا۔ (مشکوٰۃ:۴۴۲) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کی کیفیت حضرت عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کے پتے بھر دیے جاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ابو بردہؓ کو ایک موٹا سا جبہ اور ایک موٹا سا ازار نکال کر بتایا اور اس بات کی نشاندہی کردی کہ یہی وہ دونوں کپڑے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرماگئے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ۵۶۵۲) تکلّفات سے احتراز کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ سے عمدہ لباس سے گریزاں تھے، ایک صحابیؓ نے ایک عمدہ لباس عطا کیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی، اور نماز کے بعد فوراً اسے اتارا اور لوٹا دیا، دوسرا سادہ لباس زیبِ تن فرمایا اور ارشاد فرمایا: لے جاؤ اس سے میری نماز میں خلل واقع ہوا۔ (الوفاء:۵۶۴)

ظاہری طور پر جسمِ انسانی کی بقاء کا ذریعہ غذا ہے، لیکن وہی غذا انسان کے لیے مفید ہے، جو اسے بندگی پر قائم رکھنے کا سبب بنے، اس لیے کہ مقصودِ اصلی اطاعت وبندگی ہے، جب مقصودِ اصلی سے صرفِ نظر کر کے غذا کے لیے دوڑ دھوپ ہوگی تو ظاہر ہے اس میں حرمت وحلّت کے پہلو کو بھی نظر انداز کیا جائے گا، یہ غذا انسان کے لیے مفید ہونے کے بجائے مضر ہوگی، جس میں سادگی کے بجائے تنوعات وتکلّفات شامل ہوں گی، جس میں فضول خرچی واسراف کی بہتات ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں انتہائی سادہ غذا اختیار کرتے تھے۔اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہؓ کا بیان ہے کہ آلِ محمدؐ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے جَو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرماگئے۔“ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طعام کی کیفیت کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً جو کی روٹی اور سرکہ استعمال کرتے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ۲/ ۵۹۸) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرماتے: اَللّٰھم اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔ ”اے اللہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رزق کو بقدر زیست بنا۔ (مشکوٰۃ ۴۴۰)

سادہ طرزِ زندگی درحقیقت اسلام کا وہ پیغام ہے، جو انسان کی فلاح اور کامرانی کا ضامن ہے۔اسلامی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے اور اطمینان اور سکون سے زندگی بسر کرنے کے لیے جو کچھ میسّر ہے، اُس پر قناعت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ جب انسان سادہ طرز زندگی کا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ حرص و ہوس اور خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔ وہ بے جا تمنّاؤں کے نتیجے میں مزید کی جستجو اور زیادہ کی طلب میں اپنے آپ کو ہلکان کر بیٹھتا ہے۔ ”سُورہ تکاثر“ میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ ”دنیوی مال واسباب کی کثرت میں فخر نے تمہیں ہلاکت میں ڈال دیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔“

Scanned with CamScanner

اعــــلان مفقــود الخبــــری

معاملہ نمبر۳۵/۸۴۹/۱۴۴۱ھ

(دارالقضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ جنوبی دہلی)

شبانہ بنت محمد عابد علی مرحوم مکان نمبر۱۰۶۷،قلعہ قدم شریف نبی کریم نئی دہلی ۱۱۰۰۵۵۔فریق اول

بنام

محمد سجاد عالم ولد معین الدین کنواں نام نگرٹولہ، وارڈ نمبر۲، آنچل، پریہار، ضلع سیتامڑھی بہار۸۴۳۳۲۴۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ جنوبی دہلی میں عرصہ ساڑھے چار سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے ، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۶ر۷ر۱۴۴۳ھ مطابق ۲۸رفروری ۲۰۲۲ء روز سموار بوقت ۱۰ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت دارالقضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ جنوبی دہلی میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت دارالقضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ جنوبی دہلی

معاملہ نمبر۱ر۳۲۷ر۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ کواتھ رہتاس)

زرینہ خاتون بنت غلام مصطفیٰ، مقام وڈاکخانہ کواتھ، ضلع روہتاس۔فریق اول

بنام

محمد صابر قریشی عرف بیلا ولد بابوجان قریشی، مقام جمن باغ نئی بستی ضلع بلیا۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ کواتھ رہتاس میں عرصہ چار سال سے غائب ولا پتہ ہونے ، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۸رفروری ۲۰۲۲ء روز سوموار بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۱۵ر۱۳۷۲ر۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار)

لائقہ نفیس بانو بنت احسان احمد صدیقی ندیم مرحوم، عابد کالونی نزد ہومیوپیتھک کالج ضلع کٹیہار۔فریق اول

بنام

محمد لاڈلا ولد محمد حسین مقام پوکھر پور پرسا، ڈاکخانہ وضلع سارن۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار میں غائب ولا پتہ ہونے ، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت یکم مارچ ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۷ر۱۳۶۴ر۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار)

نکہت پروین بنت محمد اسرائیل انصاری مقام روجیت پور وارڈ نمبر۴۵، ضلع کٹیہار۔فریق اول

بنام

محمد امجد ولد محمد صدرالدین مقام زندہ پور، ڈاکخانہ بیگم پور ضلع پورنیہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار میں غائب ولا پتہ ہونے ، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت یکم مارچ ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

نقیب اخبار پسند آیا

محترمی مولانا اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب سلام مسنون

واٹس ایپ پر میرا پسندیدہ ہفتہ وار اخبار ''نقیب'' موصول ہوا، آپ کا بہت بہت شکریہ، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رفیق محترم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب اور مولانا رضوان احمد ندوی صاحب کو سلامت با کرامت رکھے، یہ حضرات نقیب کے معیار کو بلند سے بلند کرنے اور علمی مواد سے قارئین کو روحانی غذا فراہم کرنے میں ہمہ تن جدو جہد کرتے ہیں، محترم مولانا قمر انیس صاحب اور قاضی وصی احمد صاحب کو میرا اسلام محبت عرض فرمادیں جزاک اللہ خیرا۔

عطاء اللہ قاسمی
کوپا گنج، مئو (یوپی)

در مذمت ام الخبائث

شراب کے بُرے اثرات ہیں دنیا پہ عیاں
شراب اصل میں ساری برائیوں کی ہے ماں
شراب پینے کی عادت جو ڈال لیتے ہیں
قسم خدا کی بُرا روگ پال لیتے ہیں
شراب وہ ہے کے جو اس کی چاہ کرتے ہیں
وہ اپنے آپ کو خود ہی تباہ کرتے ہیں
شراب دل میں برائی کے بیج بوتی ہے
شراب پانی کی صورت میں آگ ہوتی ہے
شراب کرتی ہے رسوا رذیل کرتی ہے
بنا کے صورت وحشی ذلیل کرتی ہے
شراب رند کو حیوان بنا دیتی ہے
بڑھے جو حد سے تو شیطان بنا دیتی ہے
غلط ہے ذہن کے دروازے کھول دیتی ہے
یہ بلکہ خون میں اک زہر گھول دیتی ہے
شراب جیسی خطرناک کوئی چیز نہیں
جو اصلیت سے ہیں واقف انہیں عزیز نہیں
اسے جو پیتے ہیں وہ مبتلا عذاب میں ہیں
غرض برائیاں جتنی بھی ہیں شراب میں ہیں
شراب وہ ہے کہ جو اس میں غرق ہوتا ہے
کئے پہ اپنے پشیمان ہوکے روتا ہے
شراب نام ہے اس کا یہ سود مند نہیں
کسی بھی طرح سے یہ شئے مجھے پسند نہیں
شراب زہر ہے انسان کی زندگی کے لئے
میں اس کو قہر سمجھتا ہوں آدمی کے لئے
بنا کے لا غر ولاچار چھوڑ دیتی ہے
شراب سانس کی زنجیر توڑ دیتی ہے
شراب موت کے خندق میں ڈال دیتی ہے
جنازہ وقت سے پہلے نکال دیتی ہے
شراب ہوتی ہے ناگن وفا نہیں کرتی
کبھی کسی کا یہ ظالم بھلا نہیں کرتی
یہ زندگی پہ ستم بے حساب کرتی ہے
یہ پینے والوں کی مٹی خراب کرتی ہے
شعور وفکر وعمل کو بگاڑ دیتی ہے
بسے ہوئے یہ گھروں کو اجاڑ دیتی ہے
میں سوچتا تھا کہ کاش ایسا انقلاب آئے
نہیں کسی کے تصور میں بھی شراب آئے
شراب نوشی کی عادت کو چھڑانے کے لئے
معاشرے کو تباہی سے بچانے کے لئے
نتیش جی نے کیا جب سے یہ نافذ قانون
شراب بندی سے محسوس ہوا دل کو سکون
یہ کار نامہ فقید المثال ہے اُن کا
اے شعلہ قابل تحسین خیال ہے ان کا

شمیم شعلہ
پھلواری شریف، پٹنہ، بہار

Scanned with CamScanner

طب وصحت

کھانسی اور گلے کی سوزش

نزلہ، زکام ہر موسم میں بیشتر افراد کولاحق ہوتا ہےمگراس میں بہتی ناک کوزیادہ تکلیف دہ بنانے والاعنصر ہے جو گلے کی سوزش بنتی ہے جوکھانا نگلنا مشکل جبکہ بستر پر کروٹیں بدلنے پر مجبور کردیتی ہے۔صبح گلے میں کانٹے چبھنے کے احساس کے ساتھ اٹھنا اس بات کا عندیہ ہے کہ وائرس آپ کے جسمانی مدافعتی نظام میں داخل ہو چکا ہے۔اور اس وجہ سے ہی لگتا ہے کہ جیسے بہت زیادہ مرچوں والی کوئی چیز کھالی ہے کیونکہ یہ وائرس جسمانی ورم کا باعث بنتا ہے خصوصاً ٹانسلز یا گلے میں۔یہ جلن کا احساس کئی روز تک برقراررہ سکتا ہےمگر اچھی بات یہ ہے کہ اس سے نجات کا نسخہ آپ کے گھر میں ہی موجود ہے جو کہ مسلسل کھانسی سے نجات میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

دار چینی: دارچینی ایسا مصالحہ ہے جس میں اینٹی آکسائیڈنٹس کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے اور جب گلے سوج رہا ہوں تو یہ بلغم بننے کی مقدار کم کرکے سانس لینا آسان بناتا ہے۔ایک سے ڈیڑھ کپ پانی کو ابال لیں، جب پانی ابلنے لگے تو اس میں ایک سے 2 دارچینی کی اسٹکس کا اضافہ کرکے تین منٹ تک مزید ابالیں، اس کے بعد دارچینی کو نکال کر اس میں سبز چائے کو شامل کردیں اور پھر نیم گرم ہونے پر پی لیں۔

ادرک کا پانی: ادرک نظام تنفس کے لیے مددگار بوٹی ہے جو کہ ورم کش خصوصیات رکھتی ہے جبکہ بیکٹر یا سے مقابلہ کرتی ہے۔اسے استعمال کرنے کے لیے ایک ادرک کو چھیل کر چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں اور اسے پیس کر موی پیپر میں لپیٹ دیں، اس کے بعد 3 کپ پانی کو درمیانی آنچ میں ابالیں اور ابلنے پر ادرک کا اضافہ کردیں، اس کے بعد مزید پانچ منٹ تک ابالیں اور پھر چولہا بند کرکے کچھ مقدار میں شہد کا اضافہ کردیں، اسے نیم گرم ہی پی لیں۔

ایک چمچ شہد: شہد کی جراثیم کش خصوصیات گلے کی تکلیف کو تیزی سے ختم کرنے میں مدد دیتی ہیں، بس ایک چمچ شہد کو کھالیں اور بس۔یہ طریقہ کار بہت کم عرصے میں گلے کی سوزش اور خراش پر قابو پانے میں مدد دے سکتا ہے۔

شہد اور کلونجی: شہد کے متعدد طبی فوائد ہیں، ایک چائے کا چمچ شہد چائے میں ملانا یا ایسے ہی کھالینا بھی گلے کی سوزش میں کمی لاسکتا ہے، مگر اس کے اثرات کو بہتر بنانے کے لیے اس میں 2 سے 3 قطرے کلونجی کے تیل کے شامل کرلیں، یہ تیل ورم کش ہوتا ہے اور گلے کی تکلیف میں فوری سکون پہنچانے میں مدد دے سکتا ہے۔

لیموں اور گرم پانی: کچھ لوگ لیموں کا عرق گرم پانی میں اس وقت توقع کے ساتھ ملا کر پیتے ہیں کہ اس سے جسمانی وزن میں کمی اور جلد شفاف ہوگی، مگر یہ مشروب تکلیف دہ گلے کی سوزش سے تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔جراثیم کش اور جسمانی مدافعتی نظام مضبوط کرنے کی صلاحیت رکھنے والا یہ مشروب گلے کے لیے ایسا تیزابی ماحول بناتا ہے جو کہ وائرس اور بیکٹر یا کی نشوونما کو بہت مشکل بنادیتا ہے۔لیموں میں وٹامن سی کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے جو کہ موسمی نزلہ زکام کے خلاف لڑنے میں مدد دیتا ہے۔

نمک ملے پانی سے غرارے: یہ بہت ٹوٹکا ہے اور انتہائی موثر بھی، نمک ملے پانی سے غرارے کرنے سے تکلیف دہ سوجن میں کمی آتی ہے جبکہ بیکٹر یا بھی مرتے ہیں، اس مقصد کے لیے آدھا چائے کا چمچ ایک گلاس گرم پانی میں ملائیں اور پھر ایک سے 2 منٹ غرارے ہیں، یہ پانی نگلنے سے گریز کریں۔

سیب کا سرکہ اور شہد: سیب کے سرکے میں تیزابیت کی سطح کافی زیادہ ہوتی ہے جو کہ بیکٹر یا کو ختم کرنے میں مدد دتی ہے، اس سرکے کو شہد سے ملا کر سوزش کے شکار گلے کی تکلیف میں کمی لائی جاسکتی ہے۔ایک کھانے کے چمچ میں شہد کو رکھ کر ایک کپ گرم پانی میں ملائیں، اور پھر اسے پی لیں۔

بھاپ سے مدد لیں: بھاپ بھی گلے کی سوزش میں کمی لانے کے لیے مدد فراہم کرتی ہے، اس مقصد کے لیے ایک بڑی بالٹی لیں، اسے گرم پانی سے آدھا بھر لیں، اس کے بعد ایک تولیہ لیں اور اسے سر پر اوڑھ کر اپنا سر بالٹی کے اوپر ایسے رکھ لیں کہ ایک خیمہ بن جائیں۔بس پھر پانی سے نکلنے والی بھاپ میں سانس لیں اور بس۔

لونگ بھی فائدہ مند: لونگ کا استعمال تو صدیوں سے ہو رہا ہے بلکہ چینی ادویات میں تو انہیں عام استعمال کیا جاتا ہے جو کہ دانتوں کے درد میں کمی بھی لاتی ہےمگر اس کے ساتھ ساتھ یہ گلے کی تکلیف کے بھی فائدہ مند ہے۔اس میں موجود اجزا قدرتی طور پر درد کش ہوتے ہیں جبکہ یہ مصالحہ جراثیم کش بھی ہے جو گلے کی تکلیف کو سن کرکے اس میں کمی لاتی ہے۔اس مقصد کے لیے ایک یا 2 لونگیں لیں اور منہ میں ڈال کر چوسنا شروع کردیں، جب وہ نرم ہوجائے تو چبا کر نگل لیں۔

میتھی کے پتے: میتھی کے پتوں کو کسی بھی تیل میں ملا کر گلے کے باہر اور گردن کے اردگرد مالش کی جائے، یا پھر انہیں چائے کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو اس سے بھی خراش یا سوزش کا باعث بننے والے بیکٹیریاز کا خاتمہ ہوگا۔میتھی کے پتوں کو گرم پانی میں ابال کر اس کے غرارے بھی کیے جاسکتے ہیں۔

لہسن: تھوڑے سے لہسن کو نیم گرم پانی میں ابال کر غرارے کرنے سے منہ میں موجود خراب بیکٹیریا کا خاتمہ ہوتا ہے۔علاوہ ازیں اگر لہسن کی مدد سے ٹوتھ برش کو معمول بنایا جائے تو اس سے نہ صرف دانت مضبوط ہوں گے، بلکہ سانس کی بدبو کا بھی خاتمہ ہوگا۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

حاجی محمد الیاس مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال

حاجی محمد الیاس مونگیری 15؍جنوری 2022 کو اس دار فانی سے دار بقا کو رحلت فرما گئے، موصوف علماء سے عقیدت رکھتے تھے آپ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی برد اللہ مضجعہ کے بہت ہی قریبی تھے۔تادم حیات آپ مونگیر زون کے تبلیغی جماعت کے امیر رہے۔خلق کثیر نے آپ کے ہاتھوں پر توبہ واستغفار کیا اور نئی ایمانی زندگی کا آغاز کیا۔یقیناً یہ سب ذریعہ مغفرت بنیں گے۔اہل علم و دانش سے بھی قربت رکھتے تھے، کلیم احمد عاجز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔بچپن سے ہی دینی مزاج رکھتے تھے، صاف بولتے اور حق سننا پسند فرماتے، نہ تو امیروں کے مال سے مرعوب ہوتے نہ ہی غریبوں کی غربت حق گوئی میں حائل ہوتی، آپ کا دروازہ اپنوں اور ہمسایوں کے لئے تو کھلا ہی رہتا، لیکن اجنبی محتاجوں کو بھی آپ کے در سے مایوسی نہیں ہوتی، مہمانوں کی ضیافت کا خاص ذوق ابراہیمی آپ کو عطا ہوا تھا، آپ کے پسماندگان میں 5 بیٹے اور اتنی ہی بیٹیاں ہیں، تیسرے نمبر کے بیٹے کا انتقال آپ کی حیات میں ہی ہوگیا تھا۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔قارئین نقیب سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ جناب الحاج محمد شفیق صاحب بھلاہی ضلع سہرسہ یکم فروری ۲۰۲۲ء کو رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون ان کی عمر تقریبا ۱۰۰؍سال کے قریب تھی، مرحوم پاکیزہ سیرت اور خوش اخلاق آدمی تھے صوم وصلوٰہ کے نہایت پابند تھے ان کا امارت شرعیہ پھلواری شریف سے عقید تمندانہ تعلق تھا، ان کے وصال پر قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی نے گہرے صدمے کا اظہار کیا، مولانا رضوان احمد ندوی، مولانا قمر انیس قاسمی، مولانا صابر حسین قاسمی وغیرہ نے بھی دکھ کا اظہار کیا، اور بلندی درجات کی دعاء کی مرحوم مولانا بدر انیس قاسمی کے سسرالی رشتے سے نانا تھے، ان کے انتقال سے انہیں بھی بڑا قلبی رنج پہونچا مولانا نے جنازہ کی نماز میں شرکت کی اور اہل خانہ سے اظہار تعزیت کیا۔مرحوم کے ۷؍لڑکے اور دو بیٹیاں بقید حیات ہیں، اللہ ان سبھوں کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔قارئین کرام سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

الیکشن کمیشن نے 15 خصوصی مشاہد کی تقرری کی

الیکشن کمیشن نے گوا، منی پور، پنجاب، اترا کھنڈ اور اتر پردیش اسمبلی انتخابات کے لیے 15 خصوصی مشاہد کی تقرری کی ہے۔چیف الیکشن کمشنر سشیل چندرا نے خصوصی مشاہدوں کے ساتھ ایک اہم میٹنگ کی۔مسٹر چندرا نے میٹنگ میں کہا کہ خصوصی مشاہد کی تقرری کا مقصد منصفانہ، آزادانہ، پرامن اور کووڈ سے محفوظ انتخابات کو یقینی بنانا ہے۔یہ خصوصی مشاہد انتخابی تیاریوں کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینے اور الیکشن مشینری کی رہنمائی میں مدد کریں گے۔انہوں نے کہا کہ خصوصی مشاہدوں کو پورے انتخابی عمل کے دوران مستعد رہنے اور کمیشن کے رابطے میں رہنے کی ضرورت ہے تاکہ ضروری اصلاحی اقدامات کمیشن کے نوٹس میں لائے جاسکیں۔خصوصی مشاہدوں کو تمام حساس علاقوں پر توجہ دینی چاہئے اور اعتماد سازی کے مناسب اقدامات کرنے چاہئیں۔انہوں نے کہا، 'الیکشن کمیشن ہر پولنگ سینٹر پر ووٹر کو پریشانی سے آزاد تجربہ فراہم کرنا چاہتا ہے، خصوصی طور پر اہل افراد کے لیے پولنگ بوتھ پر سہولیات فراہم کی گئی ہیں، 80 سال سے زائد عمر کے بزرگ شہریوں کے ووٹروں کے لیے پوسٹل بیلٹ کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔پولنگ سینٹر کووڈ پروٹوکول کے مطابق اور ووٹر کے لیے مناسب (دوستانہ) بنائے گئے ہیں'۔واضح رہے کہ انتخابی عمل کو چلانے کا تجربہ رکھنے والے 15 سابق ریٹائرڈ بیوروکریٹس کو الیکشن کمیشن نے موجودہ الیکشن والی ریاستوں کے لیے خصوصی مشاہد کے طور پر مقرر کیا ہے۔یہ خصوصی مشاہد الیکشن مشینری کی طرف سے کیے جانے والے کاموں کی نگرانی کریں گے اور یہ یقینی بنائیں گے کہ خفیہ اطلاعات اور شکایات کی بنیاد پر سخت اور موثر انفورسمنٹ کی کارروائی کی جائے۔

ریلوے میں گروپ ڈی بھرتی کے لئے صرف ایک امتحان کا مطالبہ

ہندوستانی ریلوے میں این ٹی پی سی کی بھرتی میں مبینہ بے ضابطگیوں کا معاملہ ایوان بالا راجیہ سبھا میں اٹھایا گیا اور ریلوے میں گروپ ڈی ملازمین کی بھرتی کے لیے صرف ایک امتحان کرانے کا مطالبہ کیا گیا۔اس کے ساتھ ہی بہار اور اتر پردیش میں اسٹوڈنٹس کے خلاف درج مقدمات کو واپس لینے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔بجٹ اجلاس کے دوران جب ایوان کی کارروائی شروع ہوئی تو سب سے پہلے جنوبی افریقہ کے آرچ بشپ اور ملیشیا میں سیلاب میں ہلاک ہونے والوں کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور پھر ضروری دستاویزات ایوان کی میز پر رکھی گئیں۔چیئر مین ایم وینکیا نائیڈو نے اراکین سے اپیل کی کہ وہ کورونا پروٹوکول پر عمل کریں اور مقررہ نشستوں پر ہی بیٹھیں۔انہوں نے کہا کہ کورونا کی وجہ سے ایوان بالا راجیہ سبھا اور ایوان زیریں لوک سبھا کی کارروائی دو مختلف شفٹوں میں چل رہی ہے۔ایوان بالا پہلی شفٹ میں اور ایوان زیریں دوسری شفٹ میں ہو رہی ہے۔وقت کی پابندیوں کی وجہ سے ایوان بالا کی کارروائی میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں، جس کے تحت اب وقفہ صفر صرف آدھے گھنٹے کا ہوگا۔

75 فیصد آبادی کو ویکسین کی دونوں خوراکیں لگائی گئیں: وزیر صحت

مرکزی وزیر صحت اور خاندانی بہبود مانڈ ویہ نے ایک ٹویٹ کے ذریعہ اطلاع دیتے ہوئے کہا کہ ملک کی 75 فیصد اہل آبادی کو کورونا ویکسین کی دونوں خوراکیں لگائی جاچکی ہیں۔انہوں نے کہا ''سب کا ساتھ سب کا پریاس'' کے منتر کے ساتھ ہندوستان نے اپنی 75 فیصد بالغ آبادی کو ویکسین کی دونوں خوراکیں فراہم کرنے کا ہدف حاصل کرلیا ہے۔مرکزی وزیر صحت منسکھ منڈاویہ نے ٹویٹ میں مزید کہا کہ کورونا سے لڑائی میں لگاتار مضبوط ہو رہے ہیں۔

Volume:62/72,Issue:06 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

میرے احباب کہتے ہیں، یہی اک عیب ہے مجھ میں
سرِ دیوار لکھتا ہوں، پسِ دیوار کے قصے
(نامعلوم)

اترپردیش اسمبلی الیکشن، بی جے پی کے لئے مہا بھارت

ڈاکٹر سید اسلام الدین مجاہد

ملک میں تیزی سے پھیلتے ہوئے کورونا وائرس کی تیسری لہر کے بیچ الیکشن کمیشن آف انڈیا نے اترپردیش سمیت پانچ ریاستوں کے اسمبلی الیکشن کا شیڈول 8 جنوری 2022 کو جاری کر دیا۔ ایک طرف حکومت عوام سے مطالبہ کر رہی ہے کہ اس وبائی وباء پر قابو پانے کے لئے ماسک لگائے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں اور ہر حال میں سماجی فاصلہ کو برقرار رکھیں، کورونا کے اثر سے کئی ریاستوں میں ہفتہ واری کرفیو نافذ کرنے کی نوبت آ گئی۔ تمام قسم کی مذہبی اور ثقافتی تقاریب کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ بہت ساری ریاستوں میں نائٹ کرفیو کے ذریعہ عوام کو گھومنے پھرنے سے روک دیا گیا۔ یہ سارے اقدامات لائق خیر مقدم ہیں، کیوں کہ کسی جان لیوا مرض سے چھٹکارا پانے کے لئے کوئی احتیاطی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں تو عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اور پورے ملک کی عوام کی صحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت سے ہر مرحلہ پر تعاون کرتے ہوئے قوانین کی پابندی کریں تاکہ انسانی جانوں کا اتلاف نہ ہو سکے۔ اردو کا یہ مقولہ بہت عام ہے کہ "جان ہے تو جہان ہے" لیکن جس انداز میں ملک میں پانچ ریاستوں کے اسمبلی انتخابات کا اعلان انتخابی کمیشن نے کر دیا ہے اس سے عوام کے ذہنوں میں کئی قسم کے سوالات ابھر رہے ہیں۔ سب سے پہلا سوال یہی ہے کہ آیا ایک ایسے میں جب کہ پوری دنیا میں اومی کرون نے پھر سے دہشت کا ماحول پیدا کر دیا ہے اور مختلف ممالک میں اس وباء کی قہر سامانی کا سلسلہ جاری ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ الیکشن کمیشن حالات کے بہتر ہونے کا اور کچھ دن انتظار کرتا۔ ملک کی عوام اس تیسری لہر کی مار سے کافی بدحال ہے۔ اسے ایک طرف اپنی صحت کی فکر ہے اور دوسری طرف گزشتہ دو سال سے ملک میں کووڈ نے جو معاشی بحران پیدا کر دیا ہے اس سے عوام ابھی بھی اپنی دو وقت کی روٹی کے لئے پریشان ہے۔ ان اسمبلی انتخابات کو دو، چار ماہ کے لئے ملتوی کیا جاتا تو کوئی بڑا دستوری بحران بھی پیدا ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ دستور ہند ناگہانی حالات میں اسمبلی کی میعاد کو چھ ماہ تک توسیع دینے کی اجازت دیتا ہے۔ اس دستوری سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الیکشن کمیشن اسمبلی انتخابات کو موخر کر سکتا تھا۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ارباب اقتدار کو انسانی جانوں کی کوئی فکر نہیں ہے۔ کورونا کی تیسری لہر سے حالات پھر سے بے قابو ہوتے جا رہے ہیں۔ اسپتالوں میں مریضوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے۔ طبی سہولتوں کا فقدان جیسے دو سال پہلے دیکھا گیا اب بھی وہی صورت حال دیکھی جا رہی ہے۔ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے وعدے اپنی جگہ پر لیکن متاثرہ لوگوں کی داستانیں اب بھی سننے والوں کو تڑپا دینے والی ہیں۔ کارپوریٹ ہاسپٹلس، تجارتی منڈیاں بن گئی ہیں، جہاں مرنے کے بعد بھی لاکھوں روپے دے کر میت کو حاصل کرنے کی نوبت آ رہی ہے۔ یہ تصویر کسی ایک ریاست تک محدود نہیں ہے ہر طرف ہاہا کار مچی ہوئی ہے۔ ایسے میں الیکشن کا اعلان "کون جیتا ہے تیرے زلف کے سر ہونے تک" کے مصداق ہے۔ الیکشن کمیشن کے اعلامیہ کا سب ہی سیاسی پارٹیوں نے بڑے جوش و خروش سے خیر مقدم کیا۔ البتہ اپوزیشن پارٹیوں نے ہر بار کی طرح اس بار بھی یہ جملہ دوہرا دیا کہ الیکشن صاف اور شفاف ہونے چاہئے۔ الیکشن کمیشن نے جب پانچ ریاستوں کے اسمبلی انتخابات کا اعلان کر ہی دیا تو اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ انتخابات کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔ آیا ان اسمبلی انتخابات کے نتائج دو سال بعد ہونے والے عام انتخابات پر اثر انداز ہوں گے یا نہیں؟

جن پانچ ریاستی اسمبلیوں کے انتخابات کا الیکشن کمیشن نے اعلان کیا ہے، ان میں اترپردیش، پنجاب، اتراکھنڈ، منی پور اور گوا شامل ہے۔ پولنگ کی شروعات 10 فروری 2022 سے ہوگی اور آخری مرحلے کی پولنگ 7 مارچ 2022 کو ہوگی۔ ووٹوں کی گنتی 10 مارچ کو ہوگی اور اسی دن نتائج کا اعلان کر دیا جائے گا۔ پانچ ریاستی اسمبلیوں کے انتخابات میں سب سے اہم ریاست اترپردیش ہے، اور اس وقت سارے ملک کی نظریں بلکہ ساری دنیا کے باشعور عوام کی نگاہیں یوپی کے الیکشن پر لگی ہوئی ہیں۔ گزشتہ پانچ سال میں یوپی میں جو دگرگوں صورت حال سیاست کاری کی وجہ سے پیدا ہوئی، اب اس کا اعادہ نہ ہو اس بات کو لے کر ملک کے امن پسند اور انصاف پسند حلقے کافی فکر مند ہیں۔ حکمرانوں نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے سماج کو جس طرح بانٹنے کا کام کیا، اس کا خمیازہ عوام کو بھگتنا پڑا۔ یوپی کے چیف منسٹر یوگی آدتیہ ناتھ نے اپنے پانچ سالہ دور میں ریاستی عوام کے لئے کتنے فلاحی اور اچھے کام کئے ہیں عوام اس کا پھل انہیں ضرور دیں گے، اگر اچھے کام نہیں کئے ہوں گے تو اس کا خمیازہ انہیں اٹھانا پڑے گا۔ جبکہ عام رائے یہی ہے کہ انہوں نے اکثریتی طبقہ کو اپنا ہمنوا بنانے اور ان کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے اقلیتوں اور بالخصوص یوپی کے مسلمانوں کے ساتھ متعصبانہ رویہ نہ صرف دکھایا بلکہ ان کے ساتھ ہر معاملے میں غیر ذمہ دارانہ رول نبھایا، جبکہ اور سوتیلی جیسا طرز عمل اپنایا۔ یوپی کے بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ چیف منسٹر نے جمہوریت کے لبادے میں جمہور مخالفت کے ڈھنگ اختیار کئے کہ خود ان کی پارٹی کے لوگ اور منسٹران کے سامنے لب کشائی نہیں کر سکتے تھے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ یوپی اسمبلی الیکشن کے اعلان کے ساتھ ہی یوگی آدتیہ ناتھ حکومت کے وزراء اور ارکان اسمبلی بی جے پی سے کھلے عام بغاوت کرتے ہوئے دوسری پارٹیوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ سب سے پہلے یوپی کے وزیر سوامی پرساد موریہ نے بی جے پی سے مستعفی دیتے ہوئے سماجوادی پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔ ان سے وفاداری کرتے ہوئے بی جے پی کے چار ارکان اسمبلی نے بھی پارٹی سے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اب تک وزراء اور کئی ارکان اسمبلی بی جے پی سے نکل چکے ہیں۔ بی جے پی سے اعلان برات کرنے والے ایم ایل ایز اور پارٹی قائدین کی تعداد میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے۔ پرساد موریہ نے یوگی جی پر الزام لگایا کہ ان کی حکومت میں ان کی پانچ سالوں تک کی گئی شکایتوں کی کوئی سماعت نہیں ہوئی اور نہ بی جے پی حکومت نے عوام کی ضرورتوں کا کوئی خیال رکھا۔ مہنگائی آسمان کو چھوتی رہی لیکن ریاستی حکومت پسماندہ طبقات کے تئیں اس حکومت کا رویہ انتہائی معاندانہ رہا۔

یہ باتیں صرف پرساد موریہ کی زبانی سننے کو نہیں مل رہی ہیں بلکہ یوپی کے ہر عام آدمی کا یہی احساس ہے۔ آنے والے دنوں میں یوپی میں سرکار کو اور سیاسی جھٹکے لگنے کا اندیشہ ہے۔ مستعفی ہونے والے وزراء کا کہنا ہے کہ یوگی آدتیہ ناتھ نے پانچ سال تک سب کو خاموش کر کے اپنے مفادات کی تکمیل کرتی لیکن اب ان کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے۔ اپنی زمین کھسکتی ہوئی دیکھ کر یوگی آدتیہ ناتھ پناوی پر ادری کارڈ کھیلنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ یوگی جی نے دعویٰ کیا کہ یوپی کے انتخابات دراصل 80 فیصد بمقابلہ 20 فیصد ہیں۔ ان کا یہ اشارہ صاف طور پر اسی فیصد ہندوؤں اور بیس فیصد مسلمانوں کی طرف ہے۔ عوامی حلقوں کا کہنا ہے کہ وہ اپنی ڈوبتی ہوئی نیا کو بچانے کے لئے فرقہ واریت کے زہر کو پھر سے گھول کر دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے درپے ہیں۔ جیسے جیسے الیکشن قریب آتا جائے گا، قائدین زہر اگلتے جائیں گے اور انتخابی فضاء کو آلودہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ عوام کے اصل مسائل نظر انداز کر دئے جائیں، بلکہ حساس موضوعات کو چھیڑ کر اپنا الو سیدھا کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ بقول ان کے اپنی ساکھ کو بچانے رکھنے کے لئے یوپی سرکار کے پاس اب کچھ بچا نہیں ہے، اس لئے مذہبی منافرت کا کھیل ہی کھیلا جائے گا اور سیدھے سادے اکثریتی لوگوں کو باور کرایا جائے گا کہ ہندو راشٹر بن جانے سے ہی سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

اترپردیش ملک کی سب سے بڑی ریاست ہے۔ جس پارٹی کو یوپی میں حکومت بنانے کا موقع ملتا ہے، وہ پارٹی مرکز میں بھی عام طور پر حکومت بنانے میں کامیاب ہوتی رہی ہے۔ اس لئے یوپی اسمبلی کے انتخابی نتائج آنے والے لوک سبھا انتخابات پر اپنا اثر ضرور ڈالیں گے۔ بی جے پی مرکز میں تیسری مرتبہ برسر اقتدار آنے کے لئے اترپردیش کے مجوزہ الیکشن میں کامیابی کے لئے کوئی موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہ دے گی۔ ریاست کی ترقی اور عوام کو درپیش مسائل سے پہلو تہی کرتے ہوئے انتخابی مہم میں اشتعال انگیز تقاریر بھی کی جائیں گی اور اس سے سیاسی فائدہ اٹھانے کا ہر حربہ اختیار کیا جائے گا۔ بظاہر سیاسی پارٹیوں کے پاس اس وقت بھی کوئی مثبت پروگرام دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ وہ اپنے روایتی ایجنڈے کی بنیاد پر ہی یہ جنگ جیتنے کی کوشش کریں گے۔ گزشتہ اسمبلی انتخابات میں وزیر اعظم نریندر مودی سے لے کر یوگی آدتیہ ناتھ نے شمشان گھاٹ، قبرستان جیسے جملوں کے ذریعہ رائے دہندوں کو اپنی طرف گمراہ کرنے کی سیاست چلائی تھی، اب بھی کئی قائدین کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ متنازعہ موضوعات کو گرما کر سماج میں تفریق پیدا کر کے اپنے عزائم کو عملی جامہ پہنانے کی حتی الامکان کوشش کریں گے۔ الیکشن کے اعلان کے ساتھ ہی بی جے پی کے خیموں میں بھی سیاسی اتھل پتھل پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ بی جے پی کی اس دگرگوں صورت حال سے اترپردیش میں کوئی سیاسی کرشمہ ہونے کے آثار پیدا ہوئے ہیں؟ بی جے پی کے قائدین اپنی پارٹی کو سب سے منفرد ایک نظریاتی پارٹی مانتے ہیں لیکن یوپی میں حالیہ سرپھٹول سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے لئے بھی اقتدار سب کچھ ہے۔ نظریات یا اصول محض ایک ڈھکوسلہ ہیں۔ استعفی دینے والے عہدیداروں کے مطابق اس بات کے قوی امکانات پائے جا رہے ہیں کہ یوگی آدتیہ ناتھ کو سیاسی بن باس میں جانا پڑے گا۔ جس نوعیت سے ڈرامائی صورت حال بنتی جا رہی ہے اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ خود یوپی سرکار کے قائدین بی جے پی کو شکست و ریخت سے دوچار کر دیں گے۔ پرساد موریہ کا دینا اور پارٹی سے مستعفی اور ان کے ساتھ دیگر ارکان اسمبلی اور قد آور پارٹی قائدین کے استعفے پارٹی میں ایک طوفان پیدا کر دیں گے۔ یوگی آدتیہ ناتھ یا پوری بی جے پی قیادت اس بڑھتے ہوئے سیاسی طوفان پر قابو پا سکے گی؟ یہ آنے والا وقت بتائے گا تاہم بی جے پی کے ان بگڑتے ہوئے حالات میں اترپردیش کی سیکولر پارٹیاں نوشتہ دیوار پڑھتے ہوئے اپنے اندر اتحاد پیدا کرنے میں کامیاب ہوتی ہیں اور مفاہمت کے ساتھ آگے بڑھتی ہیں تو یوپی میں موجودہ حالات کے تناظر میں ایک نئی حکومت کا قیام ناممکن نہیں ہے۔ یوپی اسمبلی الیکشن میں دیگر سیاسی پارٹیوں کے لئے بھی "کرو یا مرو" جیسی صورت حال پیدا کر دیا ہے۔ گویا ہر سیاسی پارٹی کے لئے یوپی کے الیکشن مہا بھارت بن گئی ہے۔ ریاست میں بھانت بھانت کی سیکولر پارٹیاں ہیں، ان کے درمیان انتشار نے ہی انہیں ریاست میں اقتدار سے محروم کر دیا ہے۔ یوپی میں ہونے والے اسمبلی الیکشن اب سیکولر پارٹیوں کے لئے ایک موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ یوپی سے منافرت کی سیاست کو ختم کرنے کے لئے متحد ہو جائیں۔ سماجوادی پارٹی، کانگریس، بہوجن سماج وادی، دونوں کمیونسٹ پارٹیوں کے علاوہ یوپی کی دیگر چھوٹی پارٹیاں ایک پلیٹ فارم پر آتی ہیں اور آپس میں نہیں ٹکراتی ہیں تو بی جے پی کو زبردست مشکلات میں ڈال سکتی ہیں۔ لیکن یہ اس ملک کا المیہ ہے کہ منافرانہ طاقتیں نفرت کو پھیلانے اور سماج کو تقسیم کرنے کے لئے متحد ہو جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف سیکولر پارٹیاں اعلیٰ اصولوں اور جمہوری قدروں کو رکھتے ہوئے بھی اتحاد کا مظاہرہ نہیں کرتیں، جس سے ملک میں فرقہ پرستی بڑھتی جا رہی ہے۔ حالیہ برسوں میں ہونے والے منافرت کے واقعات سیکولر پارٹیوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ ان انتخابات میں اقل ترین مشترکہ ایجنڈے کی بنیاد پر منافرانہ طاقتوں کو شکست دیں تاکہ ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی، یکسانیت، بھائی چارہ اور اطمینان و سکون کا ماحول باقی رہ سکے۔

WEEK ENDING- 07/02/2022, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail : naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com

نقیب — قیمت فی شمارہ -/8 روپے — ششماہی -/250 روپے — سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner